دسمبر 1962

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاونڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے،(بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے
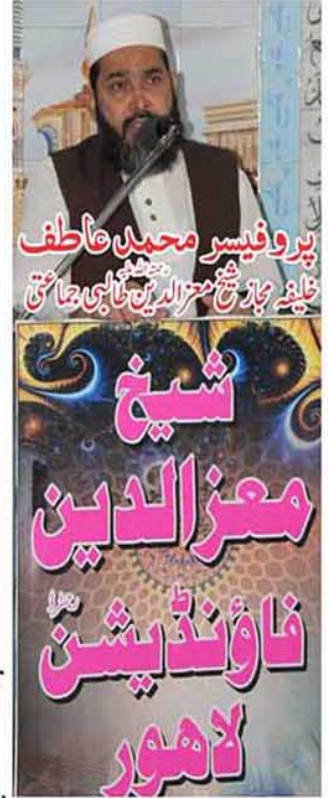
1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April

پروفیسر محمد عاطف
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی

شیخ معزالدین فاؤنڈیشن لاہور

لیلۃ الاسریٰ

* مولانا قمر یزدانی صاحب بنراجہ *

عالمِ قدس میں ہے نور و ضیا آج کی رات
کہہ رہا ہے یہ محمدؐ سے خدا آج کی رات

عالمِ [illegible] والشمس ضحیٰ آج کی رات
میرے [illegible] میرے پاس تو آ، آج کی رات

حور و غلماں کے لبوں پر ہیں خوشی کے نغمے
لبِ جبریل پہ ہے صلِّ علیٰ آج کی رات

صف بہ صف منتظرِ دید کھڑے ہیں قدسی
اور خالق بھی ہے مشتاقِ لقا آج کی رات

اللہ اللہ یہ اعزازِ محمدؐ کا عروج
جلوہ فرما ہے سرِ عرشِ علیٰ آج کی رات

بزمِ کونین میں ہر سمت ہے جلووں کا ہجوم
پیکرِ حسن ہوا جلوہ نما آج کی رات

[illegible] عشرت سے معطر ہوئے ذروں کے دماغ
عطر افشاں ہے دو عالم کی فضا آج کی رات

عرش [illegible] بھی ہے مشتاقِ قدمِ عالی
فرطِ بہجت سے ہے سجدے میں جھکا آج کی رات

پردۂ عرفاں سے حجابات اٹھے ہیں سارے
کھلنے ہی والے ہیں اسرارِ وفا آج کی رات

گلشنِ دہر کا ہر پتہ ہے مائل بہ درود
اور ہر ذرہ ہے مصروفِ ثنا آج کی رات

لبِ کن [illegible] کی جسے شانِ اسریٰ
ہے وہی حاملِ صد عز و علا آج کی رات

عرشِ اعلیٰ پہ بلایا ہے باندازِ جمیل
دیکھئے شانِ شہِ ارض و سما آج کی رات

دونوں عالم میں ہے اک نور و ضیا کا عالم
سیر کو نکلا ہے اک بدر دجیٰ آج کی رات

"بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی"
خود خدا نے یہ محمدؐ سے کہا آج کی رات

بخت جاگے ہیں قمر آج سیہ کاروں کے
ذکرِ حق کا ہے سرِ عرشِ علیٰ آج کی رات

معراج کا دولھا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

از صوفی عبدالوہاب صاحب زاہد چشتی

جہاں اہل زمیں شمس الہدیٰ معراج کا دولھا
فروغ بزم ارباب وفا، معراج کا نوشہ

ابوالقاسم محمد مصطفیٰ معراج کا دولھا
حبیب رب جمالِ کبریا معراج کا نوشہ

نبی لیسٓ و مزمل، غنی طٰسٓ و مدثر
وَلِی حٰمٓ طٰہٰ منتقی معراج کا نوشہ

جمالِ نورِ یزدانی جلالِ حسنِ حقانی
محمد ہے امام الانبیا معراج کا نوشہ

جلو میں انبیاء ہیں اور پئے خدمت ملک سارے
ہوا ہے زینتِ عرش علا معراج کا نوشہ

شبِ اسرا نگاہوں سے حجاب امتیاز اٹھا
خدائے ہر دو عالم خود تھا یا معراج کا نوشہ

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ سے کوئی پوچھے
شہِ کون و مکاں ہے مجتبیٰ معراج کا نوشہ

شفیع و ناصر و قاسم ہے یومِ الدین کا مالک
خدا دراک سے ہے ماورا معراج کا نوشہ

سفر میں رہ گئے جبریل بھی سدرہ نشیں ہو کر
فرازِ عرش تک آیا گیا معراج کا نوشہ

صدائیں ربِّ سَلِّم دائما کی تھیں بپا ہر سو
جہاں محبوب ربانی بنا معراج کا نوشہ

وہی مقصودِ قدرت بھی متاعِ دین و دنیا بھی
بنائے کن فکاں ہے ناخدا معراج کا نوشہ

رسولِ ہاشمی خیر البشر، خیر الامم آمر
شفیع المذنبیں خیر الوریٰ معراج کا نوشہ

زمین و آسماں اس کی تجلّی سے فروزاں ہیں
کہ ہے شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ معراج کا نوشہ

مکمل دینِ حق زاہد ہوا ذاتِ محمد سے
شہنشاہِ نبوت باخدا معراج کا نوشہ

نوشۂ معراج

حضرت ادیب سیمابی۔ ملتان

تری خاطر بنے تیری قسم معراج کے دولہا
یہ فرش و عرش، یہ لوح و قلم معراج کے دولہا

نہیں احسان یہ کچھ امت پہ کم معراج کے دولہا
کہ ٹھہرے [illegible] پیشوائے امم معراج کے دولہا

تمہی پر ختم ہے جاہ و حشم معراج کے دولہا
کہ ہے عرشِ بریں زیرِ قدم معراج کے دولہا

میسر ہو اگر طوفِ حرم معراج کے دولہا
تو پائیں دولتِ کونین، ہم معراج کے دولہا

عطا اذنِ حضوری مجھ کو ہو جائے تو ہو جائے
ہجومِ نامرادی کالعدم معراج کے دولہا

سرِ محشر ہجومِ عاصیاں میں یاد رکھیے گا!
مجھے بھی از رہِ لطف و کرم معراج کے دولہا

ریاضِ ہاشمی کے تم شگفتہ پھول ہو، تم پر
فدا ہو جان سے باغِ ارم معراج کے دولہا

تمہارا ہوں تمہیں ہے لاج میری سرِ محشر
نہ کھل جائے گناہوں کا بھرم معراج کے دولہا

بلا بھی لیجیے اپنے ادیب کو اپنے روضے پر
سہے کب تک جدائی کے ستم معراج کے دولہا

صلِّ علیٰ

جناب قمر انصاری شجاع آبادی

بفیضِ حبیبِ خدائے یگانہ
مدینہ بنا رحمتوں کا خزانہ

جہاں سر بسجدہ ہیں اہلِ [illegible]
وہ رفعت نشاں ہے ترا آستانہ

ہے ارماں ہو جب روح تن سے روانہ
لبوں پہ ہو صلِّ علیٰ کا ترانہ

کہاں جائے وہ چھوڑ کر آپ رحمت
جہاں میں نہ ہو جس کا کوئی ٹھکانہ

مجھے آپ کے ہجر میں یا محمد
تڑپتے تڑپتے ہوئے اک زمانہ

بلا لیجئے اپنے قدموں میں اب تو
یہی التجا ہے مری عاجزانہ

مزا سجدہ ریزی کا جب ہے کہ آقا
مرا سر ہو اور ہو ترا آستانہ

نہو ناز کیوں اپنی قسمت پہ مجھکو
مجھے عشق ہے آپ سے والہانہ

مداوائے دردِ دلِ عاشقاں ہے
ترا درد ہی اے مسیحِ زمانہ

براہِ کرم کہدے جاکر صبا تو
نبیؐ سے مرے رنج و غم کا فسانہ

گئے ساتھ روح الامیں تا بہ سدرہ
ہوئے جانبِ عرش جب تم روانہ

خدا کو دکھانی ہے شانِ محمد
قیامت کا تو صرف ہے اک بہانہ

تمنا ہے طیبہ کے گلشن میں جاکر
قمر بھی بنائے کوئی آشیانہ

نقوشِ مبین (ماخوذ از سیرت امیر ملت)

قائدِ اعظم کی اعانت

از کلیم جماعتی

کون ہے جو حضرت قائداعظم کی اعلیٰ علمی لیاقت، خداداد ذہانت و فراست، سیاسی تدبر و بصیرت، قانونی مہارت، استقلال و جرأت اور بے لوث جذبہ ملی خدمت سے آشنا نہ ہو۔ بدترین عالم آپ کے جوہرِ ذاتی کے معترف اور تمام انگریز … داد و … کے تذکرہ نگار آپ کے مداح اور ہر عالم و عامی آپ کا دل سے قائل ہے۔

لیکن آپ کی عقیدت اور روحانی مرتبت تاحال ایک سربستہ راز ہے جو آپ کے صحیفۂ حیات کا زریں باب ہے جس تک فی الحقیقت عوام کو رسائی ہی نہیں ہوئی۔ سطور ذیل میں استفادہ عوام کے پیش نظر اسی راز کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

معتبر و مستند روایات سے ثابت ہے کہ حضرت … جہ خواجگان سید بہاؤالدین نقشبند بخاری رض نے حضرت … یر تیمور گورگانی کی مہماتِ سلطنت میں روحانی اعانت فرمائی … ی۔ اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رض نے مہم سومنات … حضرت سلطان محمود غزنوی کی پشت پناہی فرمائی۔ … زمان حضرت ابن المجدد خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی

خلوت میں آ - محفل میں آ
… ان میں آ - دل میں آ

… حضرت … بن کر … میں … دکن میں حضرت عالمگیر نے حضرت … کی روحانی امداد لے کر کامیابی حاصل کی تھی بعینہ جب حضرت قائداعظم نے ملت اسلامیہ ہند کی سیاسی خدمت کا بیڑہ اٹھایا تو ملک کے کروڑوں مسلمانوں کے مذہبی راہنما، قابلِ تعظیم روحانی پیشوا، بیباک مبلغ اسلام مشہور آفاق عالم دین، عارف باللہ اعلیٰ حضرت امیر الملت مولانا الحاج حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کی بھی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی اور آپ نے حضرت قائداعظم و مسلم لیگ کی مساعی کو مفید ملت پا کر اظہار پسندیدگی و خوشنودی فرمایا اور اپنی تائید و اعانت کا یقین دلا کر حوصلہ افزائی فرمائی۔ چنانچہ ۳۹ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے سیاسی مقابلہ سے پہلے ہی آپ نے عامۃ المسلمین کو تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ مسلم لیگ کا طرفدار بنا دیا تھا۔ جس کی بدولت مسلم لیگ کو اس مقابلہ میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ اور کانگریس کو وزارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ اس یادگار موقع پر جب حضرت قائداعظم

نے اسلامیانِ ہند سے ۲۳۔ دسمبر کو یوم نجات منانے اور نمازِ شکرانہ ادا کرنے کی اپیل فرمائی تو اعلیٰ حضرت ممدوح رح نے اپنے مولد علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں اس اپیل [پر عمل] فرمایا، اور مسجد میں باجماعت کثیر نماز جمعہ ادا [کرنے کے] بعد دوگانہ شکرانہ ادا فرمایا اور اپنے مخصوص [...] انداز میں حاضرین پر یوم نجات کی غایت و اہمیت [واضح] کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ [...] جھنڈے ہیں ایک اسلام کا دوسرا کفر کا " (کفر کے جھنڈے سے مراد ایسی جماعت ہے یا ایسی جماعت ہے جس کا ایمان کمزور ہے جس کا نصب العین لوگوں کو کافر بنانا اور اسلام سے روکنا ہے ورنہ محض سیاستِ ملکی میں کسی جماعت کے نظریات کو تسلیم کرنا اس وعید کا موجب نہیں ہو سکتا محض اس لئے اس کے جنازہ سے منع کرنا کہ یہ کانگرسی ہے اگرچہ وہ اسلام کو اس کے فروع و اصول سے مانتا ہے۔ قبلہ امیر ملت کی شان سے بعید بعید ہے) مسلمانو! تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ حاضرین (بیک زبان) اسلام کے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو۔ اگر وہ مر جائے تو کیا تم اس کے جنازہ کی نماز پڑھو گے؟ حاضرین: نہیں، پھر استفسار فرمایا کہ کیا تم اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرو گے

حاضرین: (بالاتفاق) نہیں

(جماعت سے مراد نماز کی جماعت نہیں ہو گی اس لئے کہ نوافل کا جماعت سے ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کا مطلب ہے کہ نماز جمعہ کے بعد ایک جماعت کثیرہ نے آپ کے ایما سے تنہا تنہا دوگانہ ادا فرمایا) گوہر

پھر آپ نے فرمایا کہ اس وقت اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے (الفقیہہ امرتسر ۷۔ فروری ۱۹۴۰ء ص ۳)

یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کا سیاسی شعور بیدار ہو چکا تھا مگر ایک بڑا گروہ بعالمِ تذبذب مسلم لیگ سے وابستہ نہ تھا اور حضرت قائدِ اعظم کو اجنبی سمجھتا تھا۔ لیکن جب اعلیٰ حضرت موصوف رح نے اپنے سنجیدہ خیالات اور گراں قدر ارشادات سے قائدِ اعظم رح کی واضح الفاظ میں پُر زور تائید اور حمایت کا اعلان فرمایا تو شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک آپ کے لاکھوں متوسلین نے خود کو مسلم لیگ سے وابستہ کیا اور بے شمار مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے لا کھڑا کیا۔ چنانچہ اکثریت کی حمایت حاصل کر کے حضرت قائدِ اعظم رح ۱۹۴۰ء میں علیحدہ قومیت کی اساس پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیاب ہو گئے اس کامیابی پر حضرت قائدِ اعظم کے نام ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو حسب ذیل تہنیتی تار ارسال فرما کر اعلیٰ حضرت نے تائید مزید کا یقین دلایا۔

"فقیر بمعہ نوکروں جمیع اہلِ اسلام ہند
دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپکی
کامیابی پر مبارکباد دیتا ہے۔ اور آپ کی
ترقی مدارج کے لئے دعا کرتا ہے"

(رسالہ انوار الصوفیہ سیالکوٹ اپریل ۱۹۴۰ء)

اس وقت اعلیٰ حضرت موصوف رح کی پوری توجہ حضرت قائدِ اعظم رح اور مسلم لیگ کی طرف کامل طور پر مبذول ہو چکی تھی اور گھر اور باہر، سفر و حضر میں غرض ہر جگہ ہر مجلس میں بہ عنوان

مسلم لیگ، اور حضرت قائدِ اعظم رح کے متعلق گفتگو فرماتے، اور حضار کو مسلم لیگ کی تائید کی تاکید فرماتے، اس کے علاوہ مسلم لیگی رہنماؤں کے ساتھ اپنے صاحبزادگان والاتبار کو قریہ قریہ روانہ فرما کر مسلم لیگ کی تائید و حمایت کا اعلان کرواتے اور خود بھی مسلم لیگ کی حمایت میں تقریریں فرماتے۔ چنانچہ سابق صوبہ سرحد کے اکثر مقامات پر مسلم لیگ کی کامیابی آپ ہی کی لب کشائی کی رہینِ منت ہے۔ نیز پنجاب کے علمائے کرام و مشائخین عظام نے آپ ہی کی تقلید میں مسلم لیگ کے سیاسی میدان میں عملی حصہ لیا اور مسلم لیگ کو کامیاب بنایا تھا۔

جولائی ۴۳ء میں جب کہ اعلیٰ حضرت امیر ملت رح شہر حیدر آباد دکن میں تشریف فرما تھے۔ سوموار ۲۶ جولائی سنہ ۴۳ء کو حیدر آباد دکن کے محبوب سیاسی رہنما اور حضرت قائدِ اعظم کے دستِ راست جناب نواب بہادر یار جنگ مرحوم نے رات کے تقریباً ۱۰ بجے آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر مضطربانہ اطلاع گزاری کہ آج بوقت ظہر حضرت قائدِ اعظم پر ایک خاکسار نے قاتلانہ حملہ کیا ہے جس سے تھوڑی اور ہاتھ پر شدید ضربات آئے ہیں۔ اس خبر سے آپ نہایت متاثر ہوئے اور فوراً رو بقبلہ ہو کر حضرت قائدِ اعظم کی صحت و سلامتی اور درازی عمر و کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ اور دوسرے دن ہمدردی اور مزاج پرسی کے طور پر ایک مکتوب بدست خاص تحریر فرمایا۔ اور نواب بہادر یار جنگ مرحوم کے مشورہ پر اس کا ترجمہ ٹائپ کرا کے اصل مکتوب کے ساتھ شامل فرمایا اور چند تحائف جس میں ایک نادر قلمی نسخہ قرآن مجید

ایک مخملی مصلائے مدینہ منورہ، ایک تسبیح، ایک بیش قیمت پشمینی شال اور ایک زمزمی آبِ زمزم شریف بذریعہ الحاج خان بہادر مولانا بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب موظف سابق ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بنگلور (حال مہاجر مدنی) حضرت قائدِ اعظم کے پاس بمبئی روانہ فرمایا۔ مضمون مکتوب [illegible] ذیل ہے:—

ادب [illegible] سلام مسنون کے بعد مکتوب کی عبارت یہ تھی:

[illegible] تک صد سالہ ضعیف و ناتواں ہے جس کو حضرت [illegible] ملت مقرر کیا ہے اس حیثیت سے اور [illegible] جو کام کرنا ہے اس کا بیڑہ آپ نے [illegible] بڑی ہمت سے اٹھایا ہے۔ فقیر نے گو آپ سے ملاقات نہیں کی مگر ہمیشہ آپ کی کامیابی کے لئے دعا گو رہا ہے اور رہیگا۔ آپ کی جان پر کسی دشمنِ اسلام نے جو حملہ کیا ہے اس کا صدمہ فقیر کے دل کو پہنچا لیکن طمانیت اس بات سے ہے کہ یقیناً آپ کو صحتِ کامل جلد ہو گی، آپ بوجہ اس حادثہ کے نہ گھبرائیں، نہ ہمت ہاریں جب تک کسی نیک تحریک کے بڑے بڑے دشمن نہیں پیدا ہوتے اس تحریک کو جلد کامیابی حاصل نہیں ہوتی نمرود کی مخالفت نے دینِ ابراہیم علیہ السلام کو فروغ دیا، فرعون کی دشمنی نے دینِ موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کو ترقی بخشی۔ ابوجہل کی شقاوت اور عداوت نے دینِ اسلام کی جلد از جلد شہرت کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح آپ کا زخمی ہونا نیک فال ہے آپ کی کامیابی کی منادی ہے انشاء اللہ

آپ کے دشمن ذلیل وخوار ہوں گے اور آپ کے مقاصد میں سَو فیصدی کامیابی کے لئے فقیر دُعاگو ہے۔ اور اس دُعا میں میرے لاکھوں متوسلین بھی شامل ہیں، جو اگر ضرورت ہو تو سب فقیر کے اشارے پر آپ کی تائید میں میدان عمل میں بخوشی اتریں گے، حامل رقعہ فقیر کے ایک مخلص یار، خان بہادر بخشی مصطفےٰ علی نجاتی خاں صاحب ہیں۔ ان کے بدست چند تحریں بھی فقیر ارسال کر رہا ہے" اور

(مطبوعہ اخبار رہبر حیدر آباد دکن بابت ۲۹۔ جولائی ۱۹۴۳ء)

مکتوب مذکور و تحائف کو مالابار ہل بمبئی میں مخدومہ قوم جنابہ فاطمہ جناح نے وصول کر کے حضرت بخشی صاحب ممدوح کے ساتھ حضرت قائد اعظم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت قائد اعظم نے اسی وقت اس نوازش کا زبانی شکریہ ادا فرمایا۔ اور بعد صحت تحریری (یہ مکتوب حضرت علامہ الحاج حافظ مولانا سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہٗ علی پوری کے پاس محفوظ ہے) اور ۲۷ تا ۳۰۔ اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سُنی کانفرنس کے اجلاس بمقام بنارس اعلیٰ حضرت کی صدارت میں منعقد ہوئے اس کانفرنس میں ملک کے اکثر اکابر علماء و مشائخ تعلیمیافتہ حضرات اور ہزاروں ذی فہم و باشعور عوام نے شرکت کی تھی۔ اور تقریباً سو علماء کی ایک کمیٹی دن کو ان مسائل پر غور کرتی جو رات کے کھلے اجلاس میں پیش کئے جانے والے تھے، پہلے دن جب آپ جلسہ گاہ میں تشریف لائے

تو کسی نے آپ کو خبر دے دی کہ بعض علماء نے ایک فتویٰ مرتب کیا ہے جس میں جناح صاحب کو کافر، مرتد اور ملعون قرار دیا ہے۔ آپ نے کرسی صدارت کو رونق بخشی اور جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالحامد صاحب بدایونی مدظلہٗ کی تقریر پر اختلافی نعرے بلند ہوئے جبکہ آپ نے مسلم لیگ و پاکستان کے تذکرہ میں جناح صاحب کے نام گرامی کے ساتھ ساتھ قائد اعظم کہا جلسہ گاہ میں ہل چل مچ گئی اور اشرار اپنی کاروائی سے باز نہ آئے اور جلسہ کا انتظام درہم برہم ہونے لگا۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے جلسہ کو پُرجوش انداز میں مخاطب فرمایا کہ آپ حضرات نے فقیر کو اس مجلس کا صدر بنایا ہے۔ فقیر کا ایک فقرہ بھی سُن لو، محمد علی جناح نے قوم کے لئے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ اور قوم کے دلوں میں جگہ حاصل کر لی ہے جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بناتا ہے، کوئی ملعون ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں وہ ولی اللہ ہے، آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن و حدیث کی رُو سے کہتا ہوں چنانچہ اس موقع پر آپ نے یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا، اور یہ حدیث شریف (ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے) حدیث شریف جو آپ کے پیش نظر تھی وہ یہ ہے:-

"جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا مقبول بنا لیتا ہے تو دشمنوں کو حکم دیتا ہے کہ ساری دنیا میں آواز دے دو کہ ہم نے فلاں بندے

آپ کے دشمن ذلیل و خوار ہوں گے اور آپ کے
مقاصد میں سو فیصدی کامیابی کے لئے فقیر
دعا گو ہے۔ اور اس دعا میں میرے لاکھوں
متوسلین بھی شامل ہیں، جو اگر ضرورت ہو
تو سب فقیر کے اشارے پر آپ کی تائید میں میدان
عمل میں بخوشی اتریں گے۔ حامل رقعہ فقیر کے
ایک مخلص یار، خان بہادر بخشی مصطفےٰ علی جماعتی
خاں صاحب ہیں۔ ان کے بدست چند تحفے
بھی فقیر ارسال کر رہا ہے" ۔۔۔ اور
(مطبوعہ اخبار رہبر حیدرآباد دکن بابسانی
۔ ۲۹۔ جولائی سنہ ۱۹۴۳ء)

مکتوب مذکور و تحائف کو مالا بار ہل بمبئی میں مخدومہ
قوم جنابہ فاطمہ جناح نے وصول کر کے حضرت بخشی صاحب
ممدوح کے ساتھ حضرت قائد اعظم کی خدمت میں پیش
کیا۔ حضرت قائد اعظمؒ نے اسی وقت اس نوازش کا
زبانی شکریہ ادا فرمایا۔ اور بعد صحت تحریری۔
(یہ مکتوب حضرت علامہ الحاج حافظ مولانا سید اختر حسین
شاہ صاحب مدظلہ علی پوری کے پاس محفوظ ہے) اور ۲۷
تا ۳۰۔ اپریل سنہ ۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے
اجلاس بمقام بنارس اعلیٰ حضرت کی صدارت میں منعقد
ہوئے۔ اس کانفرنس میں ملک کے اکثر اکابر علماء و مشائخ
و تعلیم یافتہ حضرات اور ہزاروں ذی فہم و باشعور عوام نے
شرکت کی تھی۔ اور تقریباً سو علماء کی ایک کمیٹی دن کو ان مسائل
پر غور کرتی جو رات کے کھلے اجلاس میں پیش کئے جانے والے
ہوتے، پہلے دن جب آپ جلسہ گاہ میں تشریف لائے،

تو کسی نے آپ کو خبر دے دی کہ بعض علماء نے ایک فتویٰ
مرتب کیا ہے جس میں جناح صاحب کو کافر، مرتد اور
ملعون قرار دیا ہے۔ آپ نے کرسی صدارت کو رونق بخشی
اور جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ حضرت مولانا شاہ
عبدالحامد صاحب بدایونی مدظلہ کی تقریر پر اختلافی نعرے
بلند ہوئے جبکہ آپ نے مسلم لیگ و پاکستان کے تذکرہ میں
جناح صاحب کے نام گرامی کے ساتھ ساتھ قائد اعظم کہا۔ جلسہ
گاہ میں ہل چل مچ گئی اور اشرار اپنی کارروائی سے باز نہ آئے
اور جلسہ کا انتظام درہم برہم ہونے لگا۔ یہ حال دیکھ کر
اعلیٰ حضرتؒ نے جلسہ کو پر جوش انداز میں مخاطب فرمایا کہ
آپ حضرات نے فقیر کو اس مجلس کا صدر بنایا ہے۔ فقیر کا ایک
فقرہ بھی سن لو، محمد علی جناح نے قوم کے لئے بیش بہا خدمات
انجام دی ہیں۔ اور قوم کے دلوں میں جگہ حاصل کر لی ہے
جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بتاتا ہے، کوئی ملعون
ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں وہ "ولی اللہ" ہے،
آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن و حدیث
کی رو سے کہتا ہوں چنانچہ اس موقع پر آپ نے یہ آیت
مبارک تلاوت فرمائی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ اور یہ حدیث شریف
(ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے
اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے)
حدیث شریف جو آپ کے پیش نظر تھی وہ یہ ہے:۔
"جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا مقبول
بنا لیتا ہے تو دشمنوں کو حکم دیتا ہے کہ ساری
دنیا میں آواز دے دو کہ ہم نے فلاں بندے

کو مقبول بنا لیا ہے فرشتے سب ہی پکار دیتے ہیں۔ اور انسانوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیڈر کی محبت جو ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔"

(الفقیہ ۱۴ جولائی ۱۹۴۶ء صفحہ ۶)

واقعہ یہ ہے کہ تقسیم ملک سے قبل تحریک پاکستان اور حضرت قائد اعظمؒ کی در پردہ اور علانیہ مخالفت کرنے والا ایک خاص گروہ پیدا ہو گیا تھا۔ جس کے چند معزز نما نمائندے ان اہم اجلاسوں میں شامل ہو کر حضرت قائد اعظم کے متعلق مذکورہ مذموم فتویٰ پیش کرنے والے تھے ان کو یہ فکر تھی کہ ملک کے دس کروڑ مسلمان من حیث القوم منظم ہو کر مطالبہ پاکستان منوانے میں کامیاب ہو گئے تو ان کی عزت و وجاہت خاک میں مل جائیگی لیکن آپ کی تقریر نے ان پر ایٹم بم کا اثر کیا وہ حدود و اخلاق سے گزر گئے۔ اور طرح طرح کے اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کی، آپ نے مخالفین کو جواب دیا کہ صرف مومن خدا کا پیارا ہو سکتا ہے۔ جناح کلمہ گو ہے۔ گاندھی اور جناح ایک صف میں نہیں آ سکتے۔ جناح آجکل [illegible] بالآخر یہ جلسہ برخواست ہو گیا اور دوسرے اجلاس میں مخالفین غیر حاضر رہے۔ آپ نے میدان سیاست میں حضرت جناح صاحب کو شاہین اعظم اور حضرت علامہ اقبال کے الفاظ میں مرد مومن اور اصطلاح صوفیہ میں، ولی اللہ قرار دیا تو ملک بھر میں تہلکہ مچ گیا جس کی آپ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اور تا دم آخر اپنے مسلک پر ثابت قدم رہے۔

اور مخالفین و معترضین کو برجستہ مسکت جواب دیتے رہے

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

آیئے ان فرمودات کی روشنی میں مشاہیر اہل فکر و نظر سے استصواب کریں اور دیکھیں کہ وہ حضرت قائد اعظم کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔

[illegible] حضرت روحی پاکستان نے اپنے ایک مکتوب میں [illegible] قائد اعظم میں تحریر فرمایا تھا کہ ایک طوفان ہے جس [illegible] کی جانب اور جو اغلباً کل ہندوستان کو [illegible] چلا آ رہا ہے۔

[illegible] ہندوستان میں آپ ہی وہ مرد مومن ہیں کہ جن کو ناخدائی کی نسبت ملت کا یہ تصور حق بجانب ہے کہ وہ اسے گرداب بلا سے بچا کر امن و سلامتی کے ساحل تک پہنچا سکتی ہے۔ ایک اور جگہ اپنی اٹل رائے کا یوں اظہار فرمایا تھا کہ حضرت قائد اعظم ہوس کوش اور خودی فروش نہیں ہیں۔ (اقبال اور پاکستان مطبوعہ لاہور)

اور نواب بہادر یار جنگ نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا کہ یہ دبلا پتلا ڈاڑھی منڈھا انسان جناح نہیں خدا کا فضل ہے۔ (مطبوعہ حیات قائد اعظم اردو)

ایک اور انگریز مفکر سر الف کیرو نے لندن میں حضرت قائد اعظمؒ کی تقریب ولادت پر جو ۵۹ء میں منعقد ہوئی اپنے پیام میں آپ کو مجدد تسلیم کیا ہے (جنگ کراچی ۱۲ جنوری ۵۹ء) گویا اس طرح دنیا نے اعلیٰ حضرت امیر ملتؒ کے ارشادات کی عملی طور پر تائید کی ہے

در فیض حق بند جب تھا نہ اب کچھ ٭ فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

مطالبۂ پاکستان کی منظوری اور حکومت کی سپردگی کا اعلان ہونے کے بعد اعلیٰ حضرت نے کومبہ سے حضرت قائدِ اعظم کو ان کی عظیم الشان کامیابی پر نامۂ تبریک و تہنیت معہ تحفہ روانہ فرمایا۔ جس کا حضرت قائدِ اعظم نے دہلی سے تقسیمِ ملک سے ایک ہفتہ قبل جوابِ تشکر یہ ادا فرمایا۔
(اس مکتوب کا عکس مولف کے پاس موجود ہے)
(یہ مکتوب جناب الحاج چودھری محمد ابراہیم صاحب مجاہد ملت وائس چانسلر زراعت لائلپور کے پاس موجود ہے)

حضرت قائدِ اعظم کی روحانیت [illegible] اور خلق میں مقبولیت کا اندازہ ذیل کے واقعات سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔

جب حضرت قائدِ اعظم رح کا وصال ہوا تو اندرون و بیرون ملک آپ کے ارتحال کو سانحۂ عظیم مانا گیا۔ اور ملت کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان گردانا گیا

کراچی میں لاکھوں مسلمانوں نے بچشمِ نم آپ کے جنازہ میں شریک ہو کر مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی کی اقتدا میں نمازِ جنازہ ادا کی اور دعائے مغفرت کی اور اکثر دیار و امصار میں غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی

عالم کے مشاہیر نے اپنے پیامات تعزیت میں دلی رنج و قلق کا اظہار کیا۔ آج تک آپ کے مزار پر زائرین کی کثیر تعداد حاضر ہو کر ایصالِ ثواب کرتی ہے۔ اور غیر ممالک کے حکمران، وزراء، سفراء، نمائندگان اور وفودِ خیر سگالی حاضر ہو کر ہدیۂ عقیدت و چادرِ گل پیش کرتے ہیں۔ بالخصوص وہ بھی جن کے مسلک میں قبر پر جانا اور ایصالِ ثواب کرنا شرک ہے۔ علاوہ ازیں سال بھر ہزاروں مسلمان آپ کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی اور اطعامِ غربا کا اہتمام کرتے ہیں۔ کلام اللہ کے جتنے ختم آپ کے ایصالِ ثواب کے لئے کئے گئے اور آئندہ کئے جائیں گے ان کا کوئی شمار نہیں۔ بنا بریں بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرتِ آدم سے تا ایندم کسی بڑے سے بڑے حاکم کسی بڑے سے بڑے مصلح، کسی بڑے سے بڑے لیڈر یا ولی اللہ کے لئے کسی ملک یا قوم نے اس قدر ختم قرآن جاریہ نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو دنیا میں افتخار و اعزاز سے نوازا تھا۔ اسی طرح اخروی درجاتِ عالیہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ آپ کا نام نامی و اسمِ گرامی آپ کی عظمت عزت کی ضمانت کرتا ہے۔ کیونکہ ایک نبی اور ایک ولی کے ناموں کی فضیلتوں کا حامل ہے۔ مزید براں ایک مجدد عصر کی دعائیں اور قلبی و روحانی توجہات بھی آپ کے شاملِ حال ہیں۔ اسی لئے آپ کی ذات والا صفات معاندین کے لئے محلِ عبرت ہے اور [illegible]۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حلقۂ ذکر

کوہاٹ میں ہر جمعرات کو بعد از عصر بر مکان حاجی پیر سعید شاہ صاحب بنوری گڑھی نور جہان میں اور ہر جمعہ بعد از نمازِ جمعہ بر مکان بابو غلام حسین صاحب کوہاٹ شہر میں حلقہ ذکر ہوتا ہے۔ ختم شریف کے بعد تلاوت قرآن مجید، نعت شریف، حلقہ ذکر ہوتے ہیں، کچھ مضامین سنائے جاتے ہیں۔ (قاضی ابو النور محمد فاضل بازار دالگراں کوہاٹ)

اہل بیت کون ہیں؟

★ حضرت مولانا [illegible] صاحب کراچی ★

اگر کوئی [illegible] جماعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل بیان کرے تو فوراً اس کو شیعہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ ماہنامہ اشراق کراچی ستمبر ۱۹۶۱ء میں ہمارا [illegible] مقالہ "اہل بیت کون ہیں" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے جو پسند کیا گیا یہ مقالہ [illegible] کی [illegible] کردی ہے۔

ہمارا [illegible] یہ مقصد نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت [illegible] حدیثیں بیان کر کے ان کو اول خلیفہ ہونے کا [illegible] ہم تو [illegible] بحث کریں گے ہمارا [illegible] حضرت علی نے خلیفہ چہارم ہونے ہی میں ان کی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے چاروں خلفا کی [illegible] ہے اس سے ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی فضیلتوں [illegible]۔ منجانب اللہ جس طرح چار خلیفہ ہوئے [illegible] ترتیب ان کے لئے حقیقی ترتیب ہے۔

اگر ہم حضرت علی کو اول خلافت کا مستحق قرار دیں تو صحیح معنوں میں حضرت علی کی فضیلت قائم نہ رہے گی۔ ان کی فضیلت بیان کرنے سے خلافت اول کا مستحق ہونا کسی طرح لازم نہیں آتا۔ مثلاً ہم آنحضرت کی فضیلت بیان کریں [illegible] آپ محبوب خدا تھے۔ نبیوں میں اعلیٰ اور رسولوں میں افضل [illegible] کو [illegible] لیا اس سے یہ سبب ہے کہ دنیا میں آخر کو [illegible] چلا [illegible] تھا۔ یا حضرت آدم علیہ السلام کیوں پہلے نبی [illegible] ہے؟ [illegible] میں اس امر کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھیں کہ حضرت علی کو خلافت اول کا مستحق قرار دینا گویا حضرت علی کی شان کو گھٹانا ہے۔

کتاب شمس المعارف صفحہ ۷۹ میں ہے:

"ابو بکر نظیر ابراہیم و عمر نظیر موسیٰ و عثمان نظیر ہارون و علی ابن ابی طالب نظیری من سرہ ان ینظر الی عیسیٰ ابن مریم فلینظر الی ابی ذر الغفاری (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۳)	ابوبکر ابراہیم کی نظیر ہیں۔ عمر موسیٰ کی، عثمان ہارون کی اور علی میری نظیر ہیں۔ جو عیسیٰ کو دیکھنا چاہے وہ ابو ذر غفاری کو دیکھ لے"

اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب حضرت علی کو اپنی نظیر فرمایا ہے تو پہلے نمبر پہ کیوں نہیں رکھا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ فضیلت کے یہ معنی نہیں کہ جس کی فضیلت بیان کی جا رہی ہے اول ہی نمبر پر رکھا جائے۔ آنحضرت تمام انبیاء اور رسولوں میں افضل ہیں مگر اللہ نے ان کو دنیا میں پہلے نہیں بھیجا۔ غور سے کام

لیجئے تو پتہ چلے کہ جس طرح آنحضرت افضل الانبیاء ہونے کے باوجود سب سے آخر ہوئے اسی طرح حضرت علی آنحضرت کی نظیر ہونے کے باوجود سب سے آخر خلیفہ ہوئے جس طرح آخر زمانے میں ظہور کرنے سے آنحضرت کی فضیلت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسی طرح آخری منبر پر خلیفہ ہونے سے حضرت علی کی فضیلت میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔

جس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے پہلے حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت [illegible] نبی ہوئے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر رضؓ حضرت عثمان رضؓ خلیفہ ہوئے۔ حضور کی طرح سب سے آخر حضرت علی کا نمبر آیا ایسی حالت میں کہ حضور کی طرح خلافت بلا فصل ثابت کرنا حضرت علی کی شان کم کرنا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا۔

ابوبکر و عمر یعنی و راسی و عثمان بن عفان کلسانی فی فمی و علی ابن ابی طالب منی کروحی فی جسدی۔ اخرجہ ابن النجار (کنز العمال جلد ۶ کتاب الفضائل صـ ۱۵۹)	ابوبکر و عمر ایسے ہیں جیسے میرا سر اور میری آنکھیں اور عثمان ایسے ہیں جیسے میرے منہ میں زبان اور علی ایسے ہیں جیسے میرے جسم میں روح

اب ہم دو ایک واقعے ایسے لکھتے ہیں جس سے چاروں خلیفہ کا آپس میں دوست اور متحد ہونا ثابت ہوتا ہے

اتحاد حضرات خلفائے راشدین

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت علی رضؓ کی بابت فرماتے ہیں :۔

عن الشعبی ان ابا بکر نظر الی علی بن ابی طالب فقال من سرہ ان ینظر الی اقرب الناس قرابۃ من رسول اللہ و اعظمہم عنا و اعظمہم عنہ منزلۃ فلینظر و اشار الی علی بن ابی طالب۔ اخرجہ ابن السمان (ریاض النضرۃ طبری باب الفصل سادس صـ ۱۶۳)	امام شعبی کہتے ہیں کہ ابوبکر نے علی کی طرف دیکھ کر فرمایا جو رسول اللہ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار بلند مرتبہ اور رسول کے پسندیدہ شخص کو دیکھ کر مسرور ہونا چاہے وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھے ابن السمان نے اس حدیث کو بیان کیا۔
دوسرا ارشاد :۔ قال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول علی منی بمنزلتی من ربی (ریاض النضرۃ)	حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ میرے یہاں علی کا وہ مرتبہ ہے جو خدا کے یہاں میرا درجہ ہے

تیسرا ارشاد غدیر کے مقام سے [illegible] کے واقعے کو لوگ شیعوں کی ایجاد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سنیوں کی چیز ہے آخری حج سے واپس چلتے ہوئے [illegible] نے [illegible] (دریا) کے قریب قیام فرما کر مسرت میں [illegible] علی کو اپنے ہاتھوں سے بلند کر کے فرمایا : من کنت مولاہ فعلی مولاہ (میں جس کا مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں) پھر خطبہ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں : اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد ، اگر تم ان سے تمسک کرتے رہے تو گمراہ نہ ہو گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملو ، چنانچہ حضرت علی کے اولاد

میں ہونے اور ان سے تمسک کرنے کا حضرت ابوبکرؓ نے اس طرح تذکرہ کیا ہے :-

قال علی عترت رسول اللہ ان الذین حث علی التمسک بہم فخصہ لما قلنا وکذالک خصہ صلی اللہ علیہ وسلم بما مر یوم غدیر خم۔ (صواعق محرقہ صـ۹۲)	حضرت ابوبکر نے فرمایا علی آنحضرت کی اولاد سے ہیں ان سے آنحضرت نے تمسک کی ترغیب دی اور اس کے لئے ان کو (علی کو) مخصوص کیا اسی طرح خم غدیر کے دن بھی

حضرت علی کی بابت حضرت عمر رضی اللہ کا ارشاد :-

عن سالم قیل لعمر انک تصنع لعلی شیئاً لا تصنعہ احد من اصحاب رسول اللہ قال مولای (روض الازہر)	سالم سے مروی ہے لوگوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا آپ تمام صحابہ سے زائد علی کا بہت خیال رکھتے ہیں آپ نے فرمایا وہ میرے مولا ہیں

حضرت علی کی بابت حضرت عمر رضی اللہ کا دوسرا ارشاد :-

لولا علیاً لھلک عمر (الفاروق وانتصاح)	اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا

حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ اور حضرت علیؓ

فصل الخطاب [illegible] انتصاح ان تینوں کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے :-

" ایک بار لڑائی سے غنیمت کا مال آیا حضرت عمرؓ تقسیم کرنے بیٹھے لوگ اپنا اپنا حصہ لے جا رہے تھے اتنے میں حضرت امام حسنؓ بھی پہنچے آپ نے کہا ہمارا حصہ، حضرت عمرؓ نے عرض کیا یہ سب آپ ہی کا صدقہ ہے یہ کہہ کر ہزار درہم پیش کر دیئے حضرت [illegible] اپنے والد [illegible] عمرؓ کے پاس گئے اور ان سے اپنا حصہ طلب کیا حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو صرف پانسو درہم دیئے۔ حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ میں نے آنحضرت کے وقت میں جہاد کیا ہے، مجھ کو پانچ سو درہم؟ حضرت امام حسنؓ آنحضرت کے وقت میں چھوٹے تھے ان کو ایک ہزار درہم، حضرت عمرؓ نے بیٹے سے کہا سنو! حضرت امام حسنؓ جیسی فضیلت رکھتے ہیں تم کو بھی اگر ویسی فضیلت حاصل ہے تو ہزار درہم تم کو بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ ان کے باپ علیؓ ماں فاطمہؓ اور آنحضرتؐ نانا؛ حضرت علیؓ کو اس کی خبر پہنچی بہت خوش ہوئے اور کہا آنحضرت نے مجھ سے فرمایا تھا عمرؓ جنت کے چراغ ہیں۔" لوگوں نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ اور دریافت کیا کہ واقعی آنحضرتؐ نے میرے متعلق ایسا فرمایا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ بیشک! حضرت عمرؓ نے عرض کیا، اچھا اس کو آپ تحریر فرما دیں حضرت علیؓ نے جو تحریر لکھی اس کا ترجمہ یہ ہے :-

" میں اس بات کا ضامن ہوں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ عمرؓ اہل جنت کے چراغ ہیں حضورؐ سے جبریل نے کہا، اور جبریل سے خدا نے "
(علی ابن ابی طالب)

حضرت عمرؓ نے اپنی اولاد کو وصیت کر دی کہ جب میرا انتقال ہو تو یہ کاغذ میرے ساتھ قبر میں رکھ دیا جائے (لکھی ہوئی چیز قبر میں کام آ سکتی ہے - اس کے متعلق دیکھئے کتاب درالمختار اور ہماری کتاب حقائق تصوف) حضرات صوفیہ نے اسی سے شجرہ قبر میں رکھنے کی سند لی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بابت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد :-

عن عثمان بن عفان قال قال لعمر ان اللہ تعالیٰ خلق ملائکۃ من نور وجہ علی بن ابی طالب اخرجہ ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق۔
(مناقب خوارزمی ص۲۳)

حضرت عثمان فرماتے ہیں، حضرت عمر کہتے تھے کہ اللہ نے اپنے فرشتوں کو حضرت علی کے چہرے کے نور سے پیدا کیا ہے۔ ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق نے اسکو بیان کیا

حضرت عثمان کی بابت حضرت علی کا ارشاد کتاب ابن خلدون جلد سوم (ترجمہ) کے صفحہ ۲۱۱ کے حاشیے کی عبارت یہ ہے:

"ایک مدت کے بعد جب علی ابن ابی طالب خلیفہ ہوئے اور کوفے میں تشریف لائے اور لوگوں میں مصحف عثمان کا رواج دیا تو ایک شخص نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ پر قرآن شریف کی بابت حرف گیری کی تو حضرت علی ناراض ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا چپ رہو، حضرت عثمان نے یہ بہت اچھا کام کیا اگر میں اس وقت امیر ہوتا تو میں بھی حضرت عثمان کا طریقہ اختیار کرتا۔"

حضرت علی کی بابت حضرت عائشہ صدیقہ کا ارشاد

عن عطا قال سئلت عن ام المومنین عائشۃ عن علی فقالت ذالک عن خیر البشریۃ ولا یشک فیہ الا الکافر۔
(ینابیع المودت ص۲۴۴)

عطا کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض سے لوگوں نے حضرت علی کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا وہ بہترین خلق سے ہیں۔ اس میں سوائے کافر کے اور کوئی شک نہیں لا سکتا

حضرت عائشہ اور حضرت علی کے اتحاد کی یہ بھی دلیل ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عائشہ کو جنگ پر آمادہ کیا اور حضرت علی کو خبر ہوئی تو انھوں نے بسطر ہمدردی ان کو یہ خط لکھا:۔

اما بعد فانک خرجت مغضبۃ للہ ولرسول تطلبین امرا کان عنک موضوعا ما بال النساء والحرب والاصلاح بین الناس تطلبین بدم عثمان ولعمری لمن عرضک للبلاء وحملک علی المعصیۃ اعظم الیک ذنبا من قتلۃ عثمان وما غضبت حتی اغضبت وما ہجت حتی اہجت فاتقی اللہ وارجعی الی بیتک (کتاب الامامت و السیاست ص۶۳) اور جناب امین احسن اصلاحی کی کتاب کی تالیف "پاکستانی عورت دوراہے پر" کا صفحہ ۱۲۱ ملاحظہ ہو)

آپ اللہ و رسول کی حمیت میں ایک ایسے مطالبہ کو لے کر اٹھ کھڑی ہیں جس کی ذمہ داری سے آپ اللہ و رسول کی جانب سے سبکدوش تھیں عورتوں کو جنگ اور مردوں کے معاملات میں پڑنے سے کیا تعلق؟ آپ عثمان کے خون کا مطالبہ لے کر اٹھی ہیں حالانکہ اللہ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے آپکو اس آزمائش میں مبتلا کیا اور اس غلطی پر آمادہ کیا انھوں نے عثمان کے قاتلوں سے بڑی زیادتی کی ہے۔ آپ دوسروں کے ابھارنے سے غصے میں آگئی ہیں اور دوسروں کی انگیخت سے آپ میں اشتعال پیدا ہو گیا ہے اللہ سے خوف کیجئے اور گھر کو لوٹ جائیے

مگر عبد اللہ ابن زبیر اور بعض منافقوں کی بہکاوے سے حضرت عائشہ رض کو جنگ میں شریک ہونا پڑا۔ تھوڑی دور جا کر حواب مقام پر کتے بھونکے تو حضرت عائشہ نے فرمایا

"مجھے یاد آگیا، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا" کہ ایک وہ دن ہوگا کہ تم علی سے لڑنے جاؤ گی علی حق پر ہوں گے، راستے میں حوآب مقام پر کتے بھونکیں گے۔ اس لئے میں واپس جاتی ہوں۔ مگر لوگوں نے جانے نہیں دیا اور کہا کتے تو بھونکتے ہی رہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رض اونٹ پر سوار تھیں جب فتح مشکل ہوگئی اور مفسدوں نے قرآن شریف نیزوں پر بلند کر دیا یہ دیکھکر فوج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ حضرت عائشہ واپس آئیں۔ حضرت علی اور ان سے آپس میں جو گفتگو ہوئی، نتیجہ یہ نکلا کہ آپس کی غلط فہمیوں کی بنا پر یہ جنگ واقع ہوئی۔ حضرت علی نے ان کو بحفاظت تمام مدینے شریف بھجوا دیا۔

رسالہ ترجمان القرآن لاہور دسمبر ۱۹۶۱ء میں ہے کہ جب کبھی حضرت عائشہ رض یہ آیت پڑھتیں

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ

(ترجمہ) عورتیں اپنے گھر ہی میں رہیں)

تو اس قدر روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی غلطی کا احساس ہم کو یہ سبق دیتا ہے کہ عورتوں کو جنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن شریف کی آیت کے مطابق عورتوں کو اپنے گھر ہی میں رہنا چاہیئے (باقی)

زکوٰۃ فنڈ

مندرجہ ذیل احباب نے زکوٰۃ سے رقوم ارسال فرماکر، ماہنامہ انوار الصوفیہ کی توسیع اشاعت میں کوشش فرمائی ادارہ خلوص قلب سے ان احباب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

نام	رقم
جناب میاں عبدالمجید صاحب حبیب چادلہ کراچی	۲۵ ـ ۰ ـ ۰
جناب محمد رمضان صاحب ولد جلال الدین صاحب دیپالپور	۱۵ ـ ۰ ـ ۰
رئیس السالکین فخر الاطباء حضرت حکیم خادم علی صاحب قبلہ سیالکوٹ	۵ ـ ۰ ـ ۰
	۴۵ ـ ۰ ـ ۰

اس رقم سے نو مستحقین زکوٰۃ کے نام جن کے اسماء آئندہ شمارہ جنوری میں شائع کئے جائیں گے ایک سال کے لئے رسالہ جاری کیا گیا۔ اکاسی مستحقین باقی ہیں جن کے نام رسالہ جاری کرنے کے لئے مخیر حضرات کی امداد کا انتظار ہے۔

ارتحالات

صحبت خاں ایک دیرینہ مخلص یار طریقت تھے اور حضور قبلہ اعلیٰ حضرت امیر الملت رحمۃ اللہ علیہ کے خاص عقیدتمندان میں سے تھے اور مقبول دربار بھی تھے طویل علالت کے بعد ۲۳۔ نومبر بروز جمعہ انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون آخری وقت عورتیں پاس رو رہی تھیں انہیں کہا کہ چپ رہو اور انگلی اٹھا کر بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا کہ شور مت کرو کلمہ شریف پڑھو سورۃ یٰسین پڑھو اس وقت میرا امتحان کا وقت ہے، کہیں رہ نہ جاؤں" میاں امیر شاہ صاحب ایک پرانے یار طریقت تھے ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ مرحومین کے لئے سورۃ فاتحہ اور اخلاص پڑھکر دعائے مغفرت کریں۔ (محمد فاضل کوہاٹ)

سوانح حیات حضرت حافظ انور علی صاحب صدیقی

محترمہ صوفیہ باندی صاحبہ، سرگودھا۔ (قسط ۳)

تم کل مرید ہوئی ہو سب گناہوں سے توبہ کری ہے۔ تو تم کو یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تم کس سلسلہ میں داخل ہوئی ہو۔ اور کون کون بزرگ تمہارے پیر و مرشد ہیں مرید کو یہ معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے پھر اپنے پیران عظام کا شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ عطا فرمایا اور فرمایا اس کو پڑھو ہم دونوں بہنوں نے پڑھا۔

فرمایا اس شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں جو تم نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کا نام مبارک پڑھا ہے یہ ہمارے طریقے کی اصلاح کرنے والے بڑے بزرگ ہیں۔ ہمارے شجرہ عالیہ نقشبندیہ میں جو مجدد کا لفظ آتا ہے وہ ان ہی بزرگ کے نام نامی کا ہے۔ انہوں نے اپنے پیر صاحب حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ صاحب رضی اللہ عنہ جن کا مزار مبارک دہلی قطب روڈ پر واقعہ ہے کو مکتوب یعنی خط اپنے حال کا لکھا ہے اور اپنے مریدوں کو لکھے ہیں وہ کتاب کی صورت میں چھپ گئے ہیں جو تین جلدوں میں ہیں۔ ان کی اول جلد کتب خانہ سے نکال لاؤ۔

میرے ابا جان قدس سرہٗ کے کتب خانہ علم تصوف کی کتابیں ایک لاکھ سے کم نہ تھیں جو تقدیر الٰہی سے ۴۷ء کے فسادات میں قلعہ رہتک ہی میں رہ گئیں۔ کتابوں کی دیکھ بھال اور نکال کر لانا اور اسی جگہ رکھ دینا یہ سب کام تو پہلے ہی سے ہمارے ذمہ تھا مگر یہ علم نہیں تھا کہ ان کتابوں کا کیا مقصد ہے اور کیا کیا جوہر اس میں بکھرے ہوئے ہیں سوائے چند فقہ کی کتابوں کے میری چھوٹی بہن (اولیاء باندی) یہ نام آج ہی رکھا گیا ہے پہلا حقیقی نام افضل بیگم ہے اور میرا حقیقی نام صغریٰ بیگم اور کل مرید ہونے پر جو نام رکھا گیا ہے وہ امۃ الصوفیہ یعنی (صوفیہ باندی) ہے۔

فرمایا آج ہم نے تمہارا نام صوفیہ باندی یعنی، صوفیائے کرام کی لونڈی اور اولیاءٔ باندی یعنی اولیائے عظام کی لونڈی رکھا ہے۔ کل سے حضرت ابا جان قدس سرہٗ اسی نام سے یاد فرماتے ہیں۔

اولیاء باندی مکتوبات مجدد صاحب قدس سرہٗ کی پہلی جلد اٹھا لائی مطبوعہ [illegible] اور پڑھنا شروع کیا۔ فرمایا مکتوب نمبر ۲۲ نکال کر پڑھو جو مجدد صاحب قدس سرہٗ نے شیخ احمد مفتی کے بیٹے عبدالمجید کی طرف لکھا ہے اور نمبر ۹۹ جو ملا حسین کشمیری کے نام لکھا ہے اس کو پڑھا اور اس کو سن کر ہماری سمجھ کے مطابق جو حضرت ابا جان قدس سرہٗ نے فرمایا تھا۔ اس کو میری بہن اولیاءٔ باندی نے مفصل ایک رسالہ بحکم ہمارے انجمن خادمات الصوفیہ قلعہ رہتک کے رسالوں میں سے ایک رسالہ ہے بنام نور جہاں بیگم لکھا ہے

فرمایا ہمیں اللہ پاک نے دو چیزوں سے پیدا کیا ہے

ایک روح سے اور ایک جسم سے۔ جب نہ زمین تھی نہ آسمان تھا۔ نہ کرسی تھی نہ عرش تھا۔ اللہ ہی اللہ تھا اور کچھ نہ تھا صرف ذات احدیت ہی تھی۔ اس وقت لفظ کُن سے سارے عالم کی روحوں کو اللہ پاک نے پیدا کیا جو فرشتوں اور آدمیوں کی جانیں ہیں یہ روحوں کا عالم ہے بالکل نور ہی نور ہے اس کو اصطلاح تصوف میں نور نگر نور کا عالم کہا ہے۔ اور بیچوں ہے جس کو عالم امر بھی کہا ہے۔ روح کی حقیقت اور اس عالم کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہے اللہ پاک نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے (قل الروح من امر ربی) اس عالم کے چار ہزار برس کے بعد عرش مجید سے لے کر فرش تک عالم پیدا کیا جس کو عالم خلق کہتے ہیں یہ عالم خلق چون ہے اور چون کے یہ معنی ہیں کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور پھر مل جاتا ہے۔ اور عالم ارواح جو بیچون ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتا اور بیچون کی کوئی جہت نہیں روح کی غذا عالم نور نگر سے اللہ کی یاد اللہ کا ذکر ہے۔ اور فرمایا روح مکان اور زمان کی قید سے باہر ہے۔ حد نظر تک جو ہم کو نظر آتا ہے وہ مکان ہے اور سورج چاند کی گردش سے رات دن بنے ہیں اس کو زمان کہتے ہیں۔ عالم ارواح میں نہ سورج ہے نہ چاند نہ ان کا چکر ہے اس لئے روح زمان کی قید سے ہی باہر ہے۔ اور چونکہ عالم ارواح نور نگر ہے وہاں نور ہی نور ہے اور سب طرف سے روشن ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی مکان کوئی جہت نہیں ہے، کوئی آگا پیچھا نہیں ہے۔ اس لئے مکان کی قید سے ہی باہر ہے ہمارا جسم چونکہ عالم خلق سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے وہ مکان کی قید میں ہے۔ دیکھو ہمارے جسم کی آنکھ کو دیوار کے پیچھے کی چیز نظر نہیں آتی مگر روح چونکہ مکان کی قید سے باہر ہے وہ ہر جگہ کی چیز کو اپنے روحانی عالم بیچونی میں پھیلی ہوئی عرش مجید سے تحت الثریٰ تک دیکھتی ہے اور اسی طرح سنتی ہے جب سے روح پیدا ہوئی ہے اول تا عرش کرسی زمین آسمان اور جو کچھ اس کے اندر اللہ پاک نے پیدا کیا ہے اور جو کچھ آئندہ ہو گا۔ وہ سب کچھ جانتی ہے اسی لئے زمان کی قید سے بھی باہر ہے وہ ساری ہی آنکھ ہے اور ساری ہی کان ہے اور ساری ہی زبان ہے۔ چونکہ روح کو اللہ تعالیٰ کی بیچونی سے مناسبت ہے اس لئے اس نے اللہ پاک کا کلام۔ بیچون الست بربکم سنا۔

فرمایا روح نے اسی مناسبت بیچونی سے سنا اور اسی سے جواب دیا ہے۔ بیشک تو ہمارا رب ہے اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ روح میں یہ ساری صفتیں سننا بولنا دیکھنا سمجھنا موجود تھیں مگر اس طرح کہ وہ ساری ہی زبان اور ساری ہی کان آنکھ تھی جس وقت ماں کے پیٹ میں پتلہ میں آتی ہے اور جسم جو عالم خلق سے بنا ہوا ہے اس میں گھل مل کر جسم کے خاصے مکان اور زمان کی قید کو قبول کر لیتی ہے۔ اور اپنی صفتیں جسم کے عشق میں مبتلا ہو کر کھو دیتی ہے۔ اب وہ جسم کے کان سے سنتی ہے اور جسم کی زبان سے بولتی ہے۔ اور جسم کی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ وہ صفت جاتی رہی کہ ساری آنکھ کان ناک تھی کیونکہ جسم کا خاصہ تو یہ ہے کہ اگر سننے کا آلہ خراب ہو جائے تو کچھ نہیں سن سکتا۔ اگر زبان گونگی ہو

جائے تو کوئی حصہ جسم کا بول نہیں سکتا۔ یہ روح جسم کے عشق سے اس کی کثافت سے ایسی کثیف ہو گئی جیسا جسم تھا۔ اپنی ساری عالم ارواح نورنگر کی صفتیں بھول گئی فرمایا روح مرد ہے نہ عورت نہ جوان ہے نہ بوڑھی نہ بچہ ہے اگر جسم عورت میں آئی عورت کہلائی جسم مرد میں مرد، اور بچہ میں بچہ، یہ تین عالم بچہ جوان، بوڑھا جسم کی صفت ہے۔ اب اگر کوئی مرد یا عورت توفیق ربانی سے توبہ کر کے اپنے پیر نورانی کی خدمت میں پہنچے اور سب گناہوں سے توبہ کر کے اپنے پیر نورانی کا بتایا ہوا اللہ کا ذکر کریں تو جو نور پیر کے نورانی قلب سے ان کے قلب میں آئے وہ نور رفتہ رفتہ روح کو جسم کی قید سے چھڑاتا ہے اور حضرت پیر صاحب کی توجہ اور عنایت سے روح اس عالم خلق میں رہ کر عالم ارواح نورنگر کی طرح سب کچھ دیکھتی سنتی اور جانتی ہے جس طرح روحوں کے عالم میں اللہ کا ذکر کرتی تھیں یہاں بھی کرتی ہیں۔ اب تم نے سمجھا کہ مرید ہونے کے یہ فائدہ ہیں کہ حضرت پیر صاحب کی توجہ عنایت مہربانی سے اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ میں خود بخود ہی ذکر کروں تو بلا پیر صاحب کے توسل کے محال ہے، یہ فرما ہی رہے تھے باہر مردانے سے خادم نے آکر دروازہ پر آواز دی کہ بہت اشخاص آئے ہیں یہ سنکر حضرت ابا جان قدس سرہ باہر تشریف لے گئے اور ہم اپنے گھر آگئے۔

ہفتہ ۱۳۔ رجب ۱۳۳۰ھ بوقت صبح شرف زیارت سے مشرف ہوتے پہلے توجہ میں بیٹھے اس کے بعد فرمایا کہ اگر کچھ دل کی آنکھوں سے اس وقت توجہ دیں یا گھر میں مراقبے میں نور وغیرہ دیکھا یا کسی بزرگ کی زیارت ہوئی ہو تو بیان کرو۔ چنانچہ میں نے اور اولیاء بانو نے جو کچھ دیکھا تھا عرض کیا۔ اس کو سن کر جو کچھ فرمایا تھا۔ اس کو ہم نے دونوں بہنوں نے اپنی اپنی کتاب دل محمدی بجلی میں لکھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا حضرت امام ربانی مجدد الف قدس سرہ کے مکتوبات سے کچھ پڑھو، میں مطبوعہ فارسی اٹھالائی فرمایا پڑھو، میں نے مکتوب ۲۲۸ جلد اوّل پڑھا جو حضرت میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھا ہوا تھا۔ اس کو سن کر فرمایا کہ مجدد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقے نقشبندیہ عالیہ کا مدار دو باتوں پر ہے۔ ایک یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ایسا مستقیم اور پابند ہونا کہ کوئی عمل شریعت کا خواہ چھوٹے سے چھوٹا ہو اس کو دل لگا کر کرے، دوسرے مرید کے دل میں پیر کی محبت اتنی گھر جائے کہ سوائے پیر کے کچھ ہی نظر نہ آئے۔ کیونکہ ہمارے طریقہ میں صحبت پیر بہت ضروری ہے۔ اور اصلی صحبت پیر کی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ پیر کی مرید کو اصلی محبت ہو دنیا کی جتنی محبتیں ہیں سب فانی ہیں۔ پیر کی سچی محبت اور سچا پاک عشق باقی اور قائم رہنے والا ہے۔ پیر کی محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بیج دل میں بوتی ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اصلی محبت اللہ کی محبت دل میں پیدا کرتی ہے۔ اسی لئے پیر کی محبت سب محبتوں کی جڑ ہے اور فرمایا کسی نے کیا اچھا کہا ہے

پیر کی محبت میں جکڑی تو اور عشق الٰہی نے پکڑی (باقی)

بلکہ اعدا اور اغیار نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کی ہے۔ اس کا ثبوت ان کی کتابیں اور ان کی تحریرات ہیں۔

ہمارے قبلہ حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ دشمن اور مخالف بھی جب آپ کا نام لیتا ہے تو اس کے ضمن میں آپ کی تعریف ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کوئی نازیبا یا ناشائستہ بات کہے تو اس کا کیا اعتبار؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کا نام محمد اسی لئے رکھا کہ سارا جہان آپ کی تعریف سے بہرہ ور ہو۔ شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت جلد اول میں لکھتے ہیں "کہ عبد المطلب سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنے پوتے کا نام محمد رکھا ہے؟ یہ عجیب نام ہے۔ اس قسم کا نام تمہارے خاندان میں کسی کا نہیں ہوا۔ اس نام کی [illegible] کیا تھی۔ عبد المطلب نے کہا کہ میں نے یہ نام اپنے بیٹے کا اس لئے رکھا کہ جو بھی اس نام سے میرے بیٹے کو پکارے گا یا اس کا تذکرہ کریگا اس کے منہ سے میرے بیٹے کی تعریف ہوگی۔ بعض کا نام آپ کے رب نے رکھا ہے۔ سابقہ انبیاء کے اسماء ان کے والدین نے تجویز کئے ہیں۔

شفاء صفحہ ۱۵۹ میں ہے

اَنَّ اللّٰہَ جَلَّ اسْمُہٗ حَمٰی اَنْ یُّسَمّٰی بِھِمَا اَحَدٌ قَبْلَ زَمَانِہٖ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے زمانہ سے پہلے کسی شخص کو بھی تکوینی طور پر اجازت نہیں دی کہ اس کا نام محمد یا احمد رکھا جائے۔ ان دونوں ناموں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے خزانہ میں چھپا رکھا تھا۔ کسی کے لئے کسی دور اور قرن میں ممکن نہ ہوا کہ وہ اپنے فرزند کا نام محمد رکھے۔ ہاں آپ کے زمانہ کے قریب عرب کے [illegible] آدمیوں نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا تھا۔ اس امید [illegible]ت ابہام یہ بیٹا وہ ہو جو حقیقتاً اس نام کے ساتھ [illegible] نامزد ہو چکا ہے لیکن وہ نبوت و رسالت [illegible] اللہ تعالیٰ کے نزدیک چنے نہیں گئے تھے۔

اس لئے ان کا نام محمد ہونے کے باوجود بھی آپ کے ساتھ اشتباہ و اختلاف والی صورت [illegible] ہو سکتی تھی اس لئے ان کے لئے محمد نام کے ساتھ نامزد ہونا ممکن ہو گیا۔ اگر آپ کے زمانہ سے قبل کوئی شخص محمد نام ہوا ہوتا [illegible] اور کئی دوسرے مخالف [illegible] یہ کہہ سکتے تھے کہ جس محمد کا تم ذکر کرتے ہو وہ [illegible] زمانہ [illegible] ہو چکا ہے۔ آپ کے بعد بھی آپ کے نام [illegible] کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ کے [illegible] ساتھ کسی کا نام رکھنا جائز ہے۔ ہاں بعض علماء نے آپ کے [illegible] آپ کی کنیت [illegible] رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ اس میں اشتباہ کا امکان ہے اور بعض نے جائز بھی رکھا ہے۔ احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی بہت حمد کرنے والا۔ یہ نام آپ کی اس صفت پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بہت حمد کرنے والے ہیں۔ [illegible] اور اللہ کی بہت حمد کرنے والا ہے۔ اس لئے آپ احمد ہیں۔ اور علماء نے احمد کو بھی مفعول کے معنیٰ میں لیا ہے۔ اس توجیہ سے اس کے معنی محمد والے ہی ہو جائیں گے [illegible] رہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء صفحہ ۱۶۸ میں لکھا ہے

وَقَالَ اِنَّ اسْمَہٗ اَحْمَدُ اَفْعَلُ مُبَالِغَۃٌ مِّنْ صِفَۃِ الْحَمْدِ وَمُحَمَّدٌ مُفَعَّلٌ مُبَالِغَۃٌ مِّنْ کَثْرَۃِ الْحَمْدِ فَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجَلُّ مَنْ حُمِدَ وَاَفْضَلُ مَنْ حَمِدَ وَاَکْثَرُ النَّاسِ حَمْدًا فَھُوَ

احمد المحمودین واحمد الحامدین۔ ومعہ لواء الحمد یوم القیامۃ لیتم لہ کمال الحمد ویشتہر فی تلک العرصات بصفۃ الحمد۔

پس نبی کا اسم احمد افعل کے وزن پر صفت حمد سے مبالغہ ہے۔ اور محمد مفعل کے وزن پر کثرۃ حمد سے مبالغہ ہے پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بزرگ اور افضل ہیں۔ ان لوگوں سے جن کی حمد کی گئی۔ اور تمام لوگوں سے حمد کرنے میں بہت بڑھ کر ہیں۔ پس آپ محمودین اور حامدین کے احمد ہیں۔ اور آپ کے ساتھ ہوگا قیامت کو جھنڈا حمد کا تاکہ آپ کے لیے کمال حمد تمام ہوجائے اور میدان حشر میں آپ صفت حمد کے ساتھ مشہور ہوں۔

میدان محشر میں پہلے اور پچھلے لوگ آپ کی حمد اور تعریف میں مصروف ہوں گے۔ گویا قیامت کے دن صرف یہی ایک عمل باقی ہوگا کہ آپ کی تعریف کی جائے۔ وہاں آپ کی عظمت شان اور فضائل متکثرہ کو دیکھ کر خواہ مخواہ اولین و آخرین کی زبانیں آپ کی حمد اور تعریف میں متحرک ہوجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کو حمد سے بڑا پیار ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی کتاب کو حمد سے شروع کیا ہے۔ اور اور اپنے پیارے محبوب کا نام محمد اور احمد رکھا اور قیامت میں جو مقام آپ کو عطا کرنے کا وعدہ فرمایا اس کا نام بھی مقام محمود رکھا۔ سابقہ کتب میں آپ کی امت کا نام حامدین رکھا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد اور بعض روایات کے مطابق ابوالبشر تھی۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ملائکہ کا ایک گروہ ایسا ہے جو زمین پر ایسے گھروں کی تلاش میں رہتا ہے جن میں کوئی شخص محمد یا احمد نام کا ہو۔ جب ایسے گھر کو پاتے ہیں تو میرے نام کی تعظیم کے واسطے اس میں داخل ہوتے ہیں۔۔ یہی عمل ان کی عبادت ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل مکہ سے سنا ہے۔ نہیں ہے کوئی گھر جس میں اسم محمد ہو مگر وہ بڑھتا ہے۔ یعنی اس میں خیر و برکت ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں ایک یا دو یا تین محمد ہوں اس میں کسی کو تنگی اور تکلیف نہیں ہوگی۔

نام محمد کی برکتیں بے حساب ہیں۔ مدارج النبوت میں شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن دو آدمی ہوں گے۔ ان کو پیش ہوتے ہی حکم ہوگا۔ کہ ان کو جنت میں لے جاؤ۔ وہ حیران ہو کر پوچھیں گے اے ہمارے رب ہم نے کون سا نیک عمل کیا ہے جس کے سبب سے ہمیں بغیر حساب کے جنت میں جانے کا حکم ہوا ہے۔ رب تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ اعزاز تمہارے اعمال کے سبب سے نہیں بلکہ اس سبب سے ہے کہ تم میں سے ایک کا نام محمد دوسرے کا نام احمد ہے۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ اس کو نار میں داخل نہیں کروں گا جس کا نام محمد اور احمد ہوگا۔

افسوس ایسے برکت والے اور محبوب نام کو چھوڑ کر آجکل مسلمان اپنے بچوں کا نام پرویز وغیرہ رکھتے ہیں۔ سب ناموں سے اللہ کو وہ نام پسند ہے جس میں بندے کی عبدیت کا اظہار ہو، مثلاً عبداللہ، عبدالرحمن، عبدالکریم ایسا نام ہو، یا اس کے پیغمبروں کے نام پر ہو۔

حالاتِ زندگی

جناب صوفی محمد عظیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی جماعتی

خلیفہ مجاز حضرت امیر الملت مولانا الحاج پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری

از قلم محمد حسین صاحب بی اے خلف صوفی محمد عظیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
ہیڈ کلرک پرنسپل برانچ میکو ہیڈ کوارٹرز آفس لاہور

قبلہ والد بزرگوار حضرت صوفی محمد عظیم صاحب نقشبندی مجددی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا شاہ محمد صاحب نہایت بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ اور فیروز پور چھاؤنی میں معلّم تھے۔ آپ کے چار فرزند تھے: جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی عبد العزیز صاحب، صوفی محمد عظیم صاحب اور مولوی محمد صدیق صاحب۔ میں نے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ آپ کے والد صاحب اپنے وصال سے چند یوم پہلے ان کو فرمایا کہ بیٹا ہم آپ کو ملا کریں گے *۔ میں ان دنوں چھوٹا سا بچہ تھا مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی۔ میں نے ان دنوں پانچویں کا امتحان پاس کیا۔ ان کی طبیعت کچھ ناساز تھی مجھے حکم کیا کہ تم جاؤ اور فیروزپور میں جا کر داخلہ لے لو۔ میں گیا اور جا کر سکول میں داخل ہو گیا۔ جب میں واپس آیا۔ تو وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ والد صاحب فرماتے تھے، کہ انہوں نے میٹرک کا امتحان فیروزپور چھاؤنی سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اور کمشنری بھر میں اوّل رہے۔ چونکہ بزرگوں کے گھرانے میں پیدا ہوئے اس لئے شروع ہی سے عبادتِ خداوندی کا ذوق و شوق تھا؛ اور تہجد بچپن ہی سے پڑھتے تھے۔

میٹرک کرنے کے بعد لاہور تشریف لائے اور ایف سی کالج میں داخلہ لیا۔ اور اسی کالج میں، بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کو حضرت قبلہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ سے والہانہ عشق تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں رات کے وقت نماز عشا کے بعد روزانہ دربار میں حاضر ہوتا۔ چونکہ بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا اس لئے ایک دن جب میں رات کے تقریباً ۱۲ بجے واپس آیا تو مجھے سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس نے پکڑ لیا۔ اور صبح کو پرنسپل صاحب نے جن کا نام غالباً مسٹر یونگ تھا، مجھ سے پوچھا "محمد عظیم رات کے وقت کہاں جاتے ہو"، میں نے جواب دیا کہ جناب مجھے حضرت داتا صاحب رح کی محبت مجبور کرتی ہے۔ اور میں اپنے قابو میں نہیں رہتا۔ اس لئے دیوار پھاند کر چلا جاتا ہوں، تو اس پر پرنسپل صاحب نے جواب دیا "اچھا تم کو اجازت ہے تم ہر روز داتا صاحب جا سکتے رہو۔ آپ کے ہم جماعتوں میں سے سر عبد القادر مرحوم۔ مولوی عبد الستار۔ سر شادی لال وغیرہ تھے۔

---

* اس قول کی تصدیق تب ہوئی جب والد صاحب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے تو آپ کے والد صاحب ان کے پاس آکر بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا باباجی ذرا ٹھہریں میں وتر پڑھ لوں تو آپ سے باتیں کرتا ہوں...

۱جب آپ
تعلیم سے فارغ ہوئے تو نوکری کی تلاش کی، آپ کو فیروز پور میں تحصیلداری پیش کی گئی۔ چونکہ طبیعت میں فقیری تھی اس لئے آپ نے نامنظور فرمائی۔ اس کے بعد لاہور میں اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں کلرک کی اسامی کے لئے چنے گئے مگر وہاں جب آپ کو ڈاکٹری معائنہ کے لئے کہا گیا کہ ننگے ہو جاؤ تو آپ نے کہا یہ خلاف شریعت ہے مجھے ایسی نوکری کی ضرورت نہیں کچھ عرصہ کے بعد آپ شیرانوالہ ہائی سکول میں کسی کو ملنے کے لئے گئے تو آپ کے استاد جناب مولوی حاکم دین صاحب جو اس وقت اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے سے ملاقات ہوئی سنا ہے ان دنوں اسلامیہ کالج بھی موجودہ شیرانوالہ ہائی سکول میں تھا۔ پرنسپل صاحب نہایت بزرگ تھے اور ہمیشہ پانی کا لوٹا اپنے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا، مولوی صاحب آپ کا کیا شغل ہے۔ تو آپ نے بتایا فی الحال کچھ نہیں۔ تو مولوی حاکم دین صاحب نے فرمایا۔ اچھا تم آج سے اسی سکول میں کام کرو۔ کیونکہ ہمارے پاس ایک استاد کی اسامی خالی ہے۔ اور آپ جیسے استادوں کی قوم کو سخت ضرورت ہے۔ میں اس کے متعلق سوچنے لگا۔ تو پرنسپل صاحب نے فرمایا کہ کیا تم استاد کا حکم نہیں مانو گے، تو میں نے ان کے اصرار پر ملازمت قبول کر لی اور شیرانوالہ ہائی سکول میں پڑھاتا رہا۔ جب ۱۹۱۴ء میں اسلامیہ ہائی سکول ڈی گیٹ بنا تو آپ نے تبدیلی اسی سکول میں کرا لی کیونکہ یہ سکول حضرت قبلہ داتا صاحب کے مزار کے قریب تھا۔ جہاں سے آپ ۱۹۳۷ء میں ریٹائر ہوئے۔ اس دوران میں مختلف ملازمتیں یعنی انسپکٹر آف سکول وغیرہ پیش کی گئیں مگر آپ نے نامنظور فرمایا۔

ایک دفعہ ہیڈ ماسٹر ہو کر گوجرانوالہ چلے گئے تو وہاں سے چند یوم بعد استعفیٰ دے کر واپس آ گئے آپ بتلاتے کہ جب میں بی اے میں پڑھتا تھا تو میں نے حضرت قبلہ حافظ صوفی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب سے بیعت کی۔ اور حضرت صاحب کو آپ سے اتنا عشق تھا کہ میرے سب سے بڑے بھائی جناب محمد رشید صاحب فرماتے ہیں کہ قبلہ شاہ صاحب جس وقت لاہور آتے تو سب سے پہلے والد صاحب کے پاس سکول میں ملنے کیلئے جاتے۔ ایک دفعہ ایک ماہ کی رخصت لے کر وہ حضرت قبلہ شاہ صاحب کی صحبت میں رہے ان دنوں میں وہ کثرت وظائف اور مراقبہ میں مشغول رہتے۔

ایک دن مجھے بتایا کہ انہی ایام میں حضرت قبلہ شاہ صاحب کی زمینوں کے پاس سیلاب آ گیا آپ نے مجھے اور خادم کو حکم دیا کہ چلو ہم اپنی زمینوں کے پاس جاتے ہیں۔ قبلہ والد صاحب فرماتے تھے کہ آپ نے وہاں ایک لکڑی کو نشان لگایا اور ہم ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ صبح کو میں نے مراقبے میں دیکھا کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب نے حضرت خضر علیہ السلام کو خط لکھا ہے کہ سیلاب اس طرف بہت آئے جب میں یہ خط پڑھ رہا تھا تو قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا مولوی صاحب اوپر دیکھو کیا کرتے ہو، چنانچہ میں چونک پڑا، میں نے دیکھا کہ سیلاب جس جگہ حضرت شاہ صاحب نے نشان

لگایا تھا اُس سے پیچھے تھا۔ اور یہ بات مشہور ہوگئی کہ قبلہ شاہ صاحب کی برکت سے سیلاب وہاں سے چلا گیا۔

یہ بھی قبلہ شاہ صاحب کی ایک ادنیٰ کرامت تھی۔ قبلہ والد صاحب ہم لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ ایک دن مجھے کچھ بے چینی سی ہوئی اور میرا دل چاہا کہ میں جلد سے جلد قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں علی پور سیداں حاضر ہو جاؤں تو میں نے رخصت کی درخواست دے دی اور بغیر اس کی منظوری کے انتظار کئے علی پور شریف چلا گیا۔ وہاں شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب آج رات کو اس کمرے میں سونا۔ چنانچہ میں سو گیا۔ رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک دربار لگا ہوا ہے۔ اور کرسیوں میں مختلف اولیاء بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک کرسی خالی تھی، مجھے ایک بزرگ نے (مجھے ان کا نام یاد نہیں) میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس پر آپ بیٹھ جائیں، چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد میری جاگ کھل گئی۔ اسی وقت حضرت قبلہ شاہ صاحب نے میری طرف اپنے خادم کو بھیجا اور مجھے اپنے کمرے میں بلایا۔

چنانچہ میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اور حضرت قبلہ شاہ صاحب نے مجھے خلافت بخشی اور بیعت کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد چند وظائف بتائے اور مراقبے میں مشغول ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آج صبح کی نماز آپ پڑھائیں گے۔ اور نماز کے بعد آپ فوراً لاہور واپس چلے جائیں کیونکہ میں نماز کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ وظائف میں مشغول رہتا ہوں۔ اور کسی سے بات نہیں کرتا۔ اور آپ والد صاحب سے گلے ملے اور کہا۔ خدا حافظ

والد صاحب صبح کی نماز پڑھانے کے بعد لاہور واپس آگئے جب یہاں آئے تو معلوم ہوا کہ آپ کو نوکری سے معطل کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ بغیر رخصت منظور کرائے چلے گئے تھے۔ آپ ہماری والدہ وغیرہ کو لے کر اپنے گاؤں موضع رجی والا میں تشریف لے گئے۔

وہاں لوگ جوق در جوق حاضر خدمت ہونے لگے اور بیعت کرنے کے لئے کہنے لگے۔ آپ نے بیعت کرنا شروع کیا۔ اور حیران تھے کہ اتنے لوگ کہاں سے آ رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے رات میں خواب دیکھا کہ حضرت باواجی فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں تلوار لیے کھڑے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ گھبرائیے مت یہ سب بزرگ یہاں میرے یار ہیں۔

چند یوم بعد حضرت قبلہ شاہ صاحب کا خط موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا کہ مولوی صاحب ہم نے تم کو نہیں کہا تھا کہ تم نوکری چھوڑ کر چلے جاؤ اور دنیا کو چھوڑ دو، فوراً لاہور واپس پہنچو، چنانچہ میں لاہور واپس آگیا۔ یہاں آنے پر مجھے سکول سے خط آچکا تھا کہ آپ کو بحال کیا جاتا ہے۔ اور سارے ماہ کی تنخواہ دی جائے گی۔ ادھر سکول کے سیکرٹری صاحب کو ہٹا دیا گیا اور کہا گیا کہ آپ عاملہ کی منظوری کے بغیر صوفی صاحب کو معطل نہیں کر سکتے تھے اس لئے آپ کو اس عہدے سے برخاست کیا جاتا ہے۔ یہ بھی حضرت قبلہ شاہ صاحب کی کرامت تھی۔

اس کے بعد آپ پھر مدرسے جانے لگے۔ آپ کا سب سے بڑا لڑکا یعنی ہمارے بڑے بھائی محمد رشید صاحب تقریباً ۱۹۰۰ میں پیدا ہوئے اور اس کے بعد پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

ہماری والدہ صاحبہ بتاتی تھیں کہ جب پانچویں لڑکی پیدا ہوئی تو والد صاحب کچھ غمگین رہنے لگے کیونکہ ان کی خواہش تھی کہ اگر کوئی اور لڑکا ہوتا تو میں اس کو ساتھ لے کر نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف جاتا۔ والد صاحب بتاتے تھے کچھ عرصے کے بعد مجھے خواب میں کسی نے کہا ہے کہ اب کی بار لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کا نام محمد شریف رکھو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ہمارے بھائی کا نام محمد شریف رکھا گیا۔ اس کے بعد پھر خواب میں بتایا گیا کہ لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام محمد رفیق رکھو، سو ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد پھر خواب میں بتایا کہ لڑکا ہوگا، اس کا نام محمد لطیف رکھو۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

ہم اس وقت چار بھائی ہیں یعنی محمد رشید صاحب صوفی محمد شریف صاحب۔ صوفی محمد رفیق اور صوفی محمد لطیف حیات ہیں۔ ان کے علاوہ دو [2] بہنیں حیات ہیں تین وفات پا چکی ہیں۔

قبلہ والد بزرگوار کی بہت سی کرامات ہم نے دیکھیں جن کا بیان کرنا طوالتِ مضمون کا باعث ہوگا۔

آپ نے ۱۹۲۴ء میں ایک کتاب جس کا نام "نور کا ظہور" یعنی معجزات حضرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم لکھی جو بہت مقبول ہوئی اور مفت تقسیم کی۔ انہی دنوں میں چند سال "انوار الصوفیہ" کے ایڈیٹر بھی رہے۔ اور مختلف چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے مثلاً گلزار مدینہ وغیرہ۔

قبلہ سید پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات کے متعلق ہمیں والد صاحب بتایا کرتے تھے جن کا بیان کرنا مشکل ہے۔ بلکہ ان کے خاندان کے صاحبزادوں کی بہت سی کرامات میں نے اپنی والدہ صاحبہ، خالہ صاحبہ سے سنی ہیں۔ صرف ایک کا ذکر کرتا ہوں۔

میری خالہ صاحبہ مرحومہ بتاتی تھیں کہ جن دنوں میں علی پور شریف میں رہتی تھی تو ایک دن میں گھر کی صفائی وغیرہ کر رہی تھی۔ صاحبزادہ پیر سید انور حسین صاحب جو اکھی بچے تھے انہوں نے مجھے بلایا کہ خالہ ذرا ادھر آؤ۔ انہوں نے کہا ذرا ٹھہرو میں آتی ہوں۔ تو صاحبزادہ صاحب نے فرمایا، اچھا نہیں آتی تو دیکھو ابھی آتی ہو۔ آپ نے اسی وقت منہ میں کچھ بڑبڑ کی تو ادھر سے دیکھتے ہی دیکھتے میری یہ حالت ہوئی کہ میں صحن میں صفائی وغیرہ چھوڑتے ہوئے صاحبزادہ صاحب کے پاس آگئی، تو آپ نے فرمایا "اب آگئی ہو کہ نہ"۔

اس قسم کے دیگر صاحبزادگان کی بھی بے شمار کرامات ہیں جن کے بیان کرنے سے، بیان لمبا چوڑا بن جائے گا۔ میں نے دیکھا ہے کہ قبلہ والد صاحب جب کبھی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو آپ ہمیشہ جہاں بھی جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ اور کبھی لوگوں کو پھاندتے ہوئے آگے بڑھ کر بیٹھنے کی کوشش نہ کرتے جب ہی پہنچتے فوراً سلام کرنے کے بعد دو زانوں بیٹھ کر مراقبے میں مشغول ہو جاتے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میری عمر تقریباً چار سال کی تھی کہ قبلہ شاہ صاحب لوہاری منڈی والی (مسجد پوڑیاں) میں تشریف لائے میری والدہ صاحبہ اور میں حاضر ہوئے میری والدہ نیچے فرش پر بیٹھ گئیں اور میں ان کے پاس چارپائی کے اوپر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا نانا جی! السلام علیکم: قبلہ شاہ صاحب ہنسنے لگے اور کہا کہ مولوی صاحب کے بچے، ماشاء اللہ بہت ذہین اور ہوشیار ہیں۔ اور باتیں فرمانے لگے۔ میں نے والد

صاحب سے پوچھا جب آپ شاہ صاحب کے پاس جاتے ہیں تو ان کے قریب تو کبھی نہیں بیٹھتے، تو آپ نے جواب دیا میں یہ خلافِ ادب سمجھتا ہوں کہ عوام کی طرح سے لوگوں کو اِدھر اُدھر دھکے دیتا آپ کے قریب تر پہنچ جاؤں۔

سن ۱۹۳۰ء میں قبلہ والد صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے اسی سال حضرت قبلہ شاہ صاحب بھی حج کے لئے گئے ہوئے تھے۔ والد صاحب ہمیں راستے میں خط باقاعدہ لکھتے رہے اور حالات سے آگاہ کرتے رہے، آتی دفعہ وہ قرآن مجید کی جلدیں اور دلائل الخیرات کی جلدیں جو کہ وہاں کی چھپی ہوئی تھیں لائے اور ہمیں دیں۔

تقریباً ہر سال والد صاحب اجمیر شریف، پاکپتن شریف اور سرہند شریف و دہلی وغیرہ تشریف لے جاتے ایک دفعہ وہ لاہور سے ننگے پاؤں گاڑی میں سرہند شریف تشریف لے گئے اور میرے سب سے بڑے بھائی محمد رشید صاحب ان کے ساتھ تھے۔ ایک دفعہ مجھے بتایا کہ دیکھو رشتی میں تمہیں ایک واقعہ بتاتا ہوں میں ایک دفعہ پاکپتن شریف جا رہا تھا، تو راستے میں گاڑی میں مجھے ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ملے جنہوں نے بتایا کہ میں آپ کا شاگرد ہوں۔ اور کچھ پھل وغیرہ پیش کیا میں خوش ہوا کہ چلو یہی پھل میں حضرت صاحب کے پیش کروں گا۔ جب میں پاکپتن پہنچا تو پھل جہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہیں بھول کر چھوڑ گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مراقبے میں بیٹھ گیا تو مجھے حضور نے فرمایا کہ لاؤ وہ ہماری چیز کدھر ہے میں بہت حیران ہوا اسی وقت اٹھا اور وہی پھل وغیرہ واپس لا کر وہاں پیش کیا؛ اور فرمایا کہ اسی طرح ایک دفعہ پاکپتن میں تشریف لے گیا۔ اور وہاں میری عینک کا شیشہ گم ہو گیا۔ اور مجھے عینک کے بغیر پڑھنے کی بہت تکلیف ہوئی۔ میں جب واپس اپنے گاؤں میں (رجی والا) پہنچا تو مجھے بہت افسوس ہوا۔ کہ میرے وظائف وغیرہ قضا ہو رہے ہیں۔ میں نے اپنا تھیلا جب اٹھایا تو عینک کا شیشہ موجود تھا۔ میں بہت خوش ہوا۔ اور بتایا کہ یہ بھی حضور باواجی کی کرامت تھی۔ ورنہ شیشہ تو پاکپتن میں گم ہو چکا تھا۔ اور تھیلہ میں پہلے اٹھا چکا تھا۔ آپ ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ آپ لوگ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ضرور جایا کرو۔ ان کا میرے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اور وہ میری اولاد کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ چنانچہ میں ایسا کرتا ہوں۔

ایک دفعہ ۱۹۵۵ء مجھے میرے محکمہ نے انسپکٹر بنا کر ہندوستان بھیجا میں نے قبلہ والد صاحب کو اس کے متعلق نہیں بتایا تھا کہ میں جا رہا تھا۔ اگر میں پہلے بتایا تو وہ مجھے پردیس جانے کی اجازت کسی صورت میں نہیں دیں گے۔ کیونکہ جب میں نے سنہ ۱۹۵۱ء میں بی اے کا امتحان اسلامیہ کالج لاہور سے پاس کیا تو مجھے فوج میں سیکنڈ لیفٹیننٹ کی اسامی پیش کی گئی۔ تو والد صاحب نے سختی سے منع فرمایا۔ اس طرح گورنمنٹ آف انڈیا دہلی میں مجھے مختلف اسامیوں کے لئے چن لیا گیا۔ مگر آپ نے مجھے اجازت نہ دی۔ چنانچہ میں نے ریلوے کے محکمے میں ملازمت اختیار کر لی۔ تو آپ نے فرمایا یہ اچھی ہے۔

خیر جب میں ہندوستان جانے لگا تو ایک دن پہلے جب میں ملنے کے لئے حاضر ہوا۔ جبکہ ان دنوں میں مصری شاہ میں علیحدہ رہتا تھا اور ان کو بتایا کہ میں ڈیوٹی

پر ہندوستان جا رہا ہوں آپ کو بہت غم ہوا اور فرمایا مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں نے کہا قبلہ یہ ملازمت کا معاملہ ہے۔ مجھے پتہ تھا کہ آپ مجھے کسی صورت اجازت نہیں دیں گے اور میں نے ان کو تسلی دی کہ آپ فکرمت کریں ایسی کوئی چیز نہیں۔ اسی بہانے دلّی میں مختلف مزاروں پہ حاضر ہونے کا موقع ملے گا۔ اور اجمیر شریف میں بھی حاضری کا موقع ملے گا۔ چنانچہ میری باتیں سُن کر وہ کچھ مطمئن ہو گئے اور اچھا خط لکھتے رہنا۔ میں نے بمبئی میں قبلہ والد صاحب اور حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کو اکٹھا خواب میں دیکھا کہ وہ مجھے تسلی دے رہے ہیں کیونکہ وہاں میں کچھ پریشان تھا۔

چند یوم ہوئے میرے ایک اُستاد ماسٹر اللہ رکھا صاحب دفتر میں مجھے ملنے آئے اور وہ قبلہ والد صاحب کے ساتھ ایک مدرسے میں تھے۔ مجھے انہوں نے بتایا کہ رفیق صاحب ایک دن میں نے تمہارے والد صوفی صاحب سے مذاق کے طور پر پوچھا کہ صوفی صاحب یہ جو ہر وقت آپ داتا صاحب بیٹھے رہتے ہیں کیا آپ نے داتا صاحب کی کبھی زیارت بھی کی ہے۔ تو ماسٹر صاحب کہتے تھے کہ صوفی صاحب جوش میں آ گئے اور مجھے کہنے لگے تم بیوقوف ہو جب تک حضور داتا صاحب مجھے اجازت نہیں دیتے میں وہاں سے اٹھتا ہی نہیں ہوں۔

ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے، رفیق میں تمہیں ایک واقعہ بتاتا ہوں اور آپ بہت خوش نظر آ رہے تھے کہنے لگے کہ مولوی فیروز الدین احمد، مالک فیروز پرنٹنگ پریس اور جو اُن کے بہت قریبی دوستوں میں سے تھے جب والد صاحب بیگم شاہی مسجد لاہور میں جمعہ پڑھاتے اور وعظ فرماتے تو مولوی صاحب مرحوم بھی شوق سے وعظ سنتے کہ میں ایک دفعہ ان کے مزار پہ جو کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ کے مزار کے پاس واقع ہے۔ مراقبہ میں مشغول ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک سیب ان کی گود پہ آ کر گرا ہے۔ اور اس کی خوشبو چند یوم تک میرے دماغ میں رہی اور کچھ اور بھی مجھے آواز آئی جس کا ذکر کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ والد صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھے کہا کہ [illegible] نہایت بزرگ ہستی تھے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ قرآن مجید کی برکت سے ہوا جو انھوں نے چھپوائے اور معمولی ھدیئے پہ فروخت کرتے رہے۔

ان کی اولاد بھی بہت مخیّر اور سخی ہے۔ وہ لوگ زکوٰۃ وغیرہ باقاعدہ دیتے ہیں۔ اور اپنے عزیز واقارب کے علاوہ بیواؤں وغیرہ کی دل کھول کر امداد کرتے ہیں۔

قبلہ والد صاحب کی عبادت کا یہ حال تھا کہ ہم نے آپ کو بارہ بجے رات کے بعد سوتے نہیں دیکھا، بارہ بجے آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے صبح کی نماز کے بعد مراقبے میں مشغول ہوتے اور ایک گھنٹے تک کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ بعد دلائل الخیرات و دیگر وظائف پڑھتے۔ وفات سے چند یوم پہلے میری ہمشیروں کو انہوں نے بتایا کہ دیکھو اب میرا آخری وقت آ چکا ہے۔ جمعہ کی انتظار مت کرنا شاید منگل کو میں اس جہان سے کوچ کر جاؤں۔ وفات سے چند یوم پہلے ان کے ایک مرید جو کہ ایک انجنیئر ہیں یعنی محمد انور قریشی صاحب حاضر ہوئے آپ نے ان سے کچھ باتیں کیں

اور دعا کے بعد الوداع کہا۔ قریشی صاحب نے کہا کہ میں فلاں تاریخ کو لاہور آؤں گا تو قبلہ والد صاحب نے فرمایا کہ اب ملاقات مشکل ہے میرے بڑے لڑکے شفیق احمد جو ان ایام میں کوہاٹ میں فوجی ٹریننگ لے رہا تھا اس سے آپ کو ــــــــــــــــــ بے پناہ محبت تھی۔ ان کے حکم کے مطابق میں نے عزیزم شفیق کو پہلے ہی بذریعہ خط بلا لیا۔ چنانچہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو جب میں دفتر سے آیا تو مجھے کہا کہ رشیق تم کھانا کھا لو۔ اور ظہر کی نماز بھی ادا کر لو، چنانچہ میں نے ایسے ہی کیا اور لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد نیچے آیا تو آپ کی نبض وغیرہ ٹھیک تھی۔ اور میرے بڑے بھائی صوفی محمد شریف صاحب اور تایازاد بھائی چوہدری محمد سلطان صاحب اور ہمشیرہ صاحبان اور ہماری بیویاں ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ بھائی صاحب ان کو کہہ رہے تھے کہ ابا جی کیا ہم اپنے بڑے بھائی محمد رشید صاحب کو بلائیں اور لطیف کو بھی، تو آپ اشارے سے منع کرتے تھے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس وقت دنیاوی باتوں کو بھول چکے تھے۔ اور وقتِ آخری تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس وقت دنیا کی باتیں کر کے انہیں مخل کیا جائے۔

چنانچہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کچھ منہ میں پڑھتے ہوئے اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ میرے بڑے بھائی محمد شریف صاحب نے اسی وقت کفن وغیرہ کا انتظام کیا اور ان کی وصیت کے مطابق اسی وقت ان کو غسل دیا گیا اور ساری رات ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے رہے۔ اگلے دن ہمارے دونوں بھائی محمد رشید صاحب اور محمد لطیف باہر سے آ چکے تھے اور ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء شام کے پانچ بجے کے قریب ان کو میانی صاحب میں ان کے اپنے احاطہ میں جو جگہ انہوں نے خود منتخب کی تھی۔ وہاں دفن کیا گیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

***

بقیہ صفحہ ۳۹

ساکت ہو جائے تو وہ گواہ کیسے بن سکے گا۔ لہٰذا اس سے بھی انبیاء کی زندگی پاک اور بے عیب ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ خازن جلد سوم مصری ص ۲۶۷ لو صدر منہ وجب ان لا یکون مقبول الشہادۃ فکان اقل حالا من عدول الامۃ وذلک غیر جائز، یعنی اگر نبی سے گناہ صادر ہو تو وہ مقبول الشہادت نہ رہیگا۔ اور اس کا درجہ امت کے عدول کے درجہ سے کم ہو گا۔ تو یہ جائز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا نبی سے گناہ صادر نہیں ہو سکتا۔ مگر بعض لوگوں نے شبہات پیدا کئے اور اس پاک گروہ پر عیب و گناہ کو تھوپا۔

انشاء اللہ قسط سوم میں بعض شبہات کا جواب دیا جاویگا۔ وما توفیق الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

***

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (ایڈیٹر)

تفسیر عصامی المسمیٰ بجواہر البیان فی تفسیر القرآن

از مولانا قاضی محمد ارشاد الٰہی صاحب فیضی عصامی دامت برکاتہم ساکن کوٹھے تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی (رحیم یار خان)

(قسط پنجم)

میں کہتا ہوں کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ عبادت اور اطاعت جو قبروں میں موتیٰ سے واقع ہوتی ہے۔ وہ اکرامِ الٰہی اور اعظام عالم پناہی سے ہے وادی تکلیف و تقیید سے نہیں بلکہ ذکر خدا سے تلذذ اور وحشت تری میں انست کے باب سے ہے اللہ ہمیں نصیب فرمائے۔ اور حافظ زین الدین ابن رجب کتاب اہل القبور میں لکھتے ہیں کہ بعض اہلِ برزخ میں ان کے اعمال صالحہ سے مکرم فرماتے ہیں اگرچہ انہیں اس سے ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ موت سے تکلیف عملی منقطع ہو جاتی ہے لیکن ان کا عمل ان پر باقی رہتا ہے۔ تاکہ اللہ کے ذکر اور اس کی طاعت سے متنعم ہو جیسا کہ فرشتے اور اہلِ جنت جنت میں اس سے متنعم (نعمت یافتہ) ہوتے ہیں اگرچہ اس پر انہیں ثواب نہیں کہ نفس ذکر و طاعت اہل الذکر والطاعت کے لئے بہت بڑی نعمتوں سے ہے۔ پس کوئی بھی نعمت حاصل کرنے والوں سے ایسی نعمت نہیں دیا گیا کہ وہ ذکرِ الٰہی اور طاعت جیسی ہو (یعنی باقی سب نعمتیں اس سے کم درجہ کی ہیں)

و ابو الحسن بن برقی در کتاب الروضہ از عبد اللہ بن محمد بن منصور آوردہ کہ گفت حدثنی

اور ابو الحسن بن برقی کتاب الروضہ میں عبد اللہ بن محمد بن منصور سے لائے ہیں کہ اس نے

★ ابراہیم الحفار قال حفرت قبرا فبدرت لبنۃ فشممت رائحۃ المسک حین انبعث اللبنۃ فاذا شیخ جالس فی قبرہ یقرء القرآن۔

کہا کہ مجھ سے ابراہیم گورکن نے بیان کیا کہ میں نے ایک قبر کھودی ایک اینٹ ظاہر ہوئی تو مجھے کستوری کی خوشبو آئی جب میں نے اینٹ کو ہٹایا تو ناگاہ ایک بزرگ اپنی قبر میں بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں۔

و حافظ ابوبکر خطیب بسند خود از عیسیٰ بن محمد طوماری آوردہ کہ گفت ابوبکر بن مجاہد مقری را در خواب دیدم گویا میخواند میگفتم تو مردہ و میخوانی گفت در عقب ہر نماز و نزد ختم قرآن خدا را دعائے کردم کہ مرا از کسانے گرداند کہ در قبر قرآن میخوانند انتہی دھا انا ادعو ربی بمثل ذلک وھو الذی لا یخیب من دعاہ و ابن عباس گفتہ مومن را در

اور حافظ ابوبکر خطیب اپنی سند کے ساتھ عیسیٰ بن محمد طوماری سے لائے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں نے ابوبکر بن مجاہد مقری کو خواب میں دیکھا کہ گویا (قرآن) پڑھتا ہے میں نے کہا کہ تو مردہ ہے اور پڑھتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں ہر نماز کے بعد اور ہر ختم قرآن کے بعد خدا تعالےٰ سے دعا کیا کرتا تھا۔ کہ مجھے ان لوگوں

قبر مصحف میدہند تا دراں بخواند

اخرجہ الخلال فی کتاب السنۃ وفیہ ضعف۔

سے کہ تھے کہ جو قبر میں قرآن پڑھتے رہیں۔ اور یہاں میں بھی اپنے رب سے اسی طرح دعا کرتا ہوں کہ وہ خدا وہ ہے کہ جو اس سے دعا کرے اسے خالی نہیں رکھتا۔ اور ابن عباس نے کہا کہ مومن کو قبر میں مصحف دیتے ہیں تاکہ وہ اس میں پڑھے اس حدیث کو خلال نے کتاب السنۃ میں نکالا۔ اور اس میں ضعف ہے۔

سیدہ علامہ گفتہ و رؤی الحافظ ابو العلی فی النوم بعد موتہ وہو فی مدینۃ جدرانہا وحیطانہا کلہا کتب فسئل عن ذلک فقال سألت اللہ ان یشغلنی بالعلم کما کنت اشتغل بالعلم فی قبری انتہی

(یاد رہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف حجت ہے) سید علامہ نے کہا کہ حافظ ابو العلی کو فوت ہونے کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ وہ ایک ایسے شہر میں ہیں کہ اس شہر کی دیواریں اور فصیلیں سب کی سب لکھی ہوئی ہیں ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ سے یہ مانگا تھا کہ مجھے علم سے ایسا مشغول رکھے جیسا کہ میں اس میں مشغول رہتا تھا، پس میں اپنی قبر میں

گویم شوقے کہ مرا العلم دین است خصوصاً با کتاب مبین و سنت سید المرسلین بر جناب باری عم نوالہ و جل جلالہ مخفی نیست اگر ایں احقر عباد و افقر مخلوق خود را باین شغل دراں گوشہ تنہائی بنوازد از کرم عمیم و رحمت شامل او چنداں دور نیست وما ذلک علی اللہ بعزیز

علم کے ساتھ مشغول رہوں۔

میں کہتا ہوں کہ جو علم دین کے ساتھ مجھے شوق ہے خصوصاً قرآن مجید اور سنت سید المرسلین کے ساتھ وہ باری تعالیٰ جل مجدہ سے پوشیدہ نہیں۔

پس اگر احقر العباد اور افقر مخلوق کو بھی اپنی گوشہ تنہائی میں اس شغل سے نوازیں تو ان کے کرم عمیم اور رحمت شامل سے چنداں دور نہیں اور یہ اللہ پر کچھ گراں نہیں۔

(مسکین وفقہ اللہ المعین محمد رشاد الٰہی فیضی بھی یہی استدعا رکھتا ہے ع گر قبول افتد زہے عز و شرف)

و از یزید رقاشی و حسن وغیرہما مرویست کہ ہر کہ بمیرد و او را چیزے از قرآن براے آموختن باقی ماندہ است حق تعالیٰ ملائکہ را میفرستد تا بقیہ قرآن بیاد او دہند تا آنکہ از قبر برخیزد و عن عطیۃ العوفی نحوہ۔

ونسائی وحاکم و بیہقی در شعب الایمان از عائشہ روایت کردہ اند کہ فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ

اور یزید رقاشی اور حسن وغیرہما سے مروی ہے کہ جو شخص مر جائے بحالیکہ قرآن سے کچھ چیز سیکھنا ابھی باقی ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجتا ہے تاکہ قرآن مجید کا باقی حصہ اس کو یاد کرائیں حتیٰ کہ وہ قبر سے اٹھ کھڑا ہو۔ اور عطیہ عوفی سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

اور نسائی۔ حاکم۔ بیہقی۔

دخلت الجنۃ فسمعت قاریا یقرأ القرآن فقلت من ہذا قالوا حارثۃ بن النعمان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذلک البر کذلک البر کذلک البر فکان ابر الناس بامہ

شعب الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا، تو ایک قرآن پڑھنے والے کی آواز سنی میں نے کہا کہ یہ کون ہے انہوں نے کہا حارثہ بن نعمان ہیں پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی ہی نیکی ہے ایسی ہی نیکی ہے ایسی ہی نیکی ہے کہ یہ (حارثہ بن نعمان) اپنی ماں کے ساتھ تمام لوگوں سے بڑھکر نیک تھا

واخرج البیہقی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ نحوہ مرفوعاً ایضاً

اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مرفوعاً نکالا ہے۔

و یافعی در روض الریاحین از بعض صالحین حکایت کردہ کہ قبر مردے را از عباد کندیدم و خواستم کہ لحدے سازم خشتے از گورے کہ متصل این حفرہ بود بیفتاد چہ بینم کہ مردے سفید جامہ در گور نشستہ تقعقع[1] میکند در کنار او مصحفے از ذہب مکتوب بذہب است و دراں قرائت میکند گفت مگر قیامت قائم شد؟ گفتم نہ گفت خشت را بجائے او بنہ عافاک اللہ پس خشت را در جائے او نہادم انتہی، گویم شاید مصحف برائے غیر حفاظ باشد واللہ اعلم)

اور یافعی نے روض الریاحین میں کسی صالح شخص سے حکایت کی کہ اس نے کہا میں نے بندگان خدا سے کسی کی قبر کھودی اور چاہا کہ لحد بناؤں ایک اینٹ قبر سے کہ جو اسی حفرہ (قبر) سے متصل تھی گری کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے قبر میں بیٹھا حرکت کر رہا ہے اور اس کے ایک طرف مصحف ذہبی ہے جو سونے سے ہی لکھا ہوا ہے وہ اس میں قراءت کرتا ہے۔ اس نے کہا کیا قیامت قائم ہو گئی میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ اینٹ کو اس کی اپنی جگہ پر رکھدے اللہ تجھے معاف کرے۔ میں نے اینٹ کو اسی جگہ رکھدیا، میں کہتا ہوں کہ مصحف شاید غیر حفاظ کے لئے ہوگا۔ (یافعی)

علامہ قنوجی نے اس حقیقت کو کتنا صاف اور کھلے طور پر ثابت فرمایا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ، باوجود اس کے کہ ان امور میں بھی گروہ بہت زیادہ قیل و قال رکھنے والا ہے مسکین وفقہ اللہ المعین بھی اپنے مولا تبارک و تعالےٰ سے مستدعی ہے کہ اگر کسی کو قبر میں شغل علمی و قرآنی و دیگر از قسم صلوات وغیرہ اور ذخیر نصیب کیا گیا ہے۔ تو ان ہی کے واسطہ اس عاجز اور احقر کو بھی وہاں اس دولت سے نوازا جائے ؎

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

میرے ذہن میں تلاوت قرآن مجید اور اذکار الہیہ کے قبر کے پاس کرنے کی حکمت بھی شاید یہی ہے کہ قرآن شافع میت ہے۔ جیسا کہ سابقہ حدیث تصریحاً بیان کی جا چکی ہے اور بقرہ کا اول و آخر بعد از تدفین بھی قبر پر پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ فضائل بقرہ میں حدیث آتی ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ قرأت قرآن کی نسبت سماع قرآن زیادہ فضیلت رکھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی جبریل علیہ السلام سے سنا کرتے تھے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ فرمایا (باقی۔ باقی)

---

[1] تقعقع باب تفعلل کی اعضاء عرف بمعنی جنبیدن است کذا فی تاج الاسماء در صفحہ ۲۷۱ منہ عفی عنہ

★ (حضرت مولانا محمد شفیع صاحب خطیب ڈسکہ) ★

بیان ماسبق سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء ہی دنیا میں روشنی کا مینار ہیں اور اقوال و اعمال کی درستگی کا وہی واحد ذریعہ ہیں۔ ان کے بغیر خدا کی رضا بالکل حاصل نہیں ہو سکتی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کی قوتیں اور استعدادیں اس طرح کی مخلوق فرمائی ہیں کہ ان میں سوائے خیر کے دوسری قسم کی کوئی حرکت آ ہی نہیں سکتی جیسا کہ قرآن مجید سورۃ انبیاء میں مذکور ہے انھم کانوا یسارعون فی الخیرات۔ تحقیق وہ جلدی کرتے تھے بیچ بھلائیوں کے۔ ویدعوننا رغبا ورھبا وکانوا لنا خاشعین۔ اور پکارتے تھے ہمیں رغبت اور ڈر سے اور تھے واسطے ہمارے عاجزی کرنے والے۔ اس آیت کریمہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کمال عبودیت ثابت ہو رہی ہے۔ اور عیب نقص عبودیت سے ہوتا ہے اور جہاں کمال موجود ہوگا وہاں نقص کا فقدان لازم ہوگا۔ اور یہی مقصود ہے۔ کہ انبیاء کی طرف کسی نقص کی نسبت کرنی ممنوع ہے۔ جو عصمت یا طہارت کہلاتی ہے۔

سورۃ صٓ میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد فرمایا ہے انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔ ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا کہ وہ یاد آخرت تھی وہ ہمارے ہاں منتخب اور اچھے لوگوں سے ہیں۔

تفسیر خازن جلد چہارم مصری صفحہ ۴۶ پر ہے :-

نزعنا من قلوبھم حب الدنیا وذکرھا واخلصناھم بحب الآخرۃ وذکرھا، ہم نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت اور اس کی یاد نکال دی۔ اور انہیں آخرت کی محبت اور یاد کے لئے خالص کر دیا۔ اس آیت مبارکہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم کی خلقت محض آخرت کے لئے ہے۔ نہ کہ دنیا اور اس کی لذات کے لئے جب کہ انبیاء علیہم السلام کی جبلت ہی ایسی ہے کہ اس میں لذاتِ دنیاوی کا دخل نہیں تو پھر عیب یا گناہ ان کی طرف راہ کیسے پا سکتا ہے مشہور حدیث ہے " حب الدنیا راس کل خطیئۃ" دنیا کی محبت ہر بدی کا سرچشمہ ہے۔ تو جب انبیاء میں حُب دنیا ہی ثابت نہیں تو پھر گناہ اور عیب کہاں سے ثابت ہوں گے۔ وہ شخص جو انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہوں کو منسوب کرتا ہے اس آیت کریمہ پر غور و خوض کرتا۔ تو اسے پتہ چلتا کہ اس مقدس گروہ میں تو سرچشمہ عیوب ہی مفقود ہے۔ تو پھر عیب کہاں سے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس کو آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں مردود کیا تو اس وقت شیطان نے اللہ تعالیٰ سے مہلت

مانگی تاکہ وہ ذریت آدم کو گمراہ کر سکے۔ اس کا ذکر قرآن مجید کے مختلف مقامات پر موجود ہے۔ سورہ الحجر میں ہے:۔

قال رب بما اغویتنی لازینن لھم فی الارض و لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین

کہا اے رب میرے بسبب اس کے کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو میں البتہ زینت دوں گا واسطے انکے بیچ زمین کے اور البتہ گمراہ کردوں گا میں ان سب کو مگر بندے تیرے جو خالص کئے گئے ہیں"۔ دیکھا جو بدی کا محرک ہے وہ خود باری تعالےٰ کے سامنے اقرار کر رہا ہے۔ کہ میں مخلصین کی جماعت کو گمراہ نہ کر سکوں گا۔ اور اس کی تصدیق اللہ تعالےٰ نے اسی وقت فرمادی "ان عبادی لیس لک علیھم سلطان کہ میرے خاص بندوں پر تیرا ذرہ بھی بس نہیں چلے گا" یہ ہیں اللہ کے ارشادات جو پکار پکار کر ذہنوں کو ہوش میں لاتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے خالص بندوں پر شیطان کی کوئی دسترس نہیں۔ جب اس کی مخلص جماعت کا یہ حال ہے (مخلص بالکسر اخلاص کرنے والا، اور یہ لفظ قرآن مجید میں اولیاء اللہ پر بولا جاتا ہے اور مخلص بالفتح یعنی چنا ہوا اور خالص کیا گیا، یہ انبیاء علیہم السلام پر بولا جاتا ہے۔ مخلص بالفتح کے لئے عصمت حاصل ہے۔ اور مخلص بالکسر کے لئے حفاظت ہے) کہ جب انہیں شیطان مس کرتا ہے تو اسی وقت چونک پڑتے ہیں۔ اور عیب سے بچ جاتے ہیں چنانچہ اعراف میں ہے۔ ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون، تحقیق جو لوگ کہ پرہیزگاری کرتے ہیں جب لگتا ہے ان کو وسوسہ شیطان کا یاد کرتے ہیں پس وہ اسی وقت دیکھنے لگتے ہیں اس آیت نے صاف ثابت کر دیا کہ اولیاء اللہ کو شیطان وسوسہ دیتا ہے مگر وہ اسی وقت بسبب اللہ تعالیٰ کی یاد کے باخبر اور ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ اور بدی کے نزدیک نہیں جاتے تو اس سے انبیاء علیہم السلام کو خیال فرمائیے کہ نبوت ولایت کی اصل ہے۔ جب ولایت میں صرف وسوسہ ہی آتا ہے، تو اصل کو بدی کے وسوسے سے پاک ہونا لازم ہے۔ یاد رہے کہ یہ وصف ولی اللہ میں بسبب اعمال و ریاضت اور مجاھدات کے آتا ہے۔ مگر انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے جبلی طور پر یہ وصف رکھ دیا ہے اور قرآن کی اصطلاح میں اسے برہان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ یوسف میں ہے:

ھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ

یعنی اس عورت نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ مخالطت کا قصد کیا اور یوسف علیہ السلام بھی قصد کرتے اگر اپنے رب کا برہان نہ دیکھتے۔ تفسیر خازن جلد سوم مصری ص ۱۵

ان اللہ عزوجل طھر نفوس الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام من الاخلاق الذمیمۃ والافعال الرذیلۃ وجبلھم علی الاخلاق الشریفۃ الطاھرۃ المقدسۃ فتلک الاخلاق الطاھرۃ الشریفۃ یحجزھم عن فعل مالا یلیق فطرۃ، یعنی اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر ہی انبیاء علیہم السلام کے نفوس کو کمینے اور گھٹیا اخلاق سے پاک رکھا ہے۔ اور انہیں جبلی طور پر اخلاق شریفہ طاہرہ مقدسہ سے مخلوق فرمایا ہے۔ ان کی یہ جبلت انہیں ان کاموں سے جو انکی شان کے لائق نہیں روکتی ہے۔

یہ ہے وہ برہان جو ہر آن ہر نبی کے پاس ہوتا ہے۔ خدارا ذرا ان حقائق میں تدبر و تفکر فرمائیں۔ تو آپ پر واضح ہو جائیگا کہ

نبی اللہ گناہ سے نہیں بھاگتا بلکہ گناہ ان سے بھاگتے ہیں کیونکہ فطری طور پر گناہ اور نبی میں کوئی نسبت ہی نہیں چنانچہ سورۃ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

کذٰلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین یعنی اسی طرح ہم نے اس سے بدی کو دور رکھا تحقیق وہ میرے چنے ہوئے بندوں میں تھا۔ یہ عصمت انبیاءؑ کی ایک محکم دلیل ہے کہ نبی عیب اور گناہ کے پاس نہیں جاتا۔ بلکہ شیطان کوشش کرتا ہے کہ عیب اور گناہ کو نبی کے پاس لے جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے گناہ کو نبی کے پاس نہیں جانے دیتا اور شیطان فیل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ یوسف میں اسکا بیان آچکا ہے کہ شیطان نے اپنی پوری کوشش سے تمام ذرائع اور وسائل گناہ جمع کرائے۔ مگر جب وہ یوسف تک پہنچے تو آپ نے فوراً کہہ دیا ؛ معاذ اللّٰہ انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظٰلمون ؕ یہ چار جملے اسی برہان کی تفسیر ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام میں فطری طور پر ہر وقت موجود رہتا ہے۔ خواہ وہ بالغ ہوں یا نابالغ، خواہ وہ اظہار نبوت کر چکے ہوں یا اظہار نبوت سے پہلے، کسی وقت بھی یہ برہان اس گروہ مقدس سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ کلمات یوسف علیہ السلام کا ترجمہ یہ ہے :۔ اللہ کی پناہ وہ میرا پالنے والا ہے۔ اس نے مجھے عمدہ طرح تربیت کیا؛ وہ ظالموں کو (ظلم کسی شے کو انکے غیر محل میں رکھنا) کبھی خلاصی نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ پیاری مخلوق کس قدر اعلیٰ درجہ پر مخلوق ہوئی ہے کہ بدی کا بڑے سے بڑا سبب بھی انہیں اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا، کیونکر وہ خیر سے کبھی جدا ہوتے ہی نہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کا انتظام انہیں کبھی بھی دار آخرت سے غافل نہیں ہونے دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے احسان و اکرام سے کبھی ان کی آنکھ بند نہیں ہوتی۔ اور یہ پاک گروہ ہمہ تن توحید الٰہی کے سمندر ناپیدا کنار میں اس طرح غرقاب ہوتا ہے کہ غیریت کی بو تک نہیں پاتے، پھر جہاں نہ نفس ہو نہ ہوا ہو وہاں عیب کس راہ سے آئے، یوسف علیہ السلام کے یہ چار کلمات اگر سالک بطور مراقبہ اپنے شغل میں رکھے تو انشاء اللہ بحرمت شاہ جماعت قدس سرہٗ مقام ولایت سے بہرہ اندوز ہوئے بغیر جہاں سے نہ جائیگا۔ ذرا یہ بھی غور فرمالیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں داعی الی الخیر بنا کر بھیجا ہے۔ معاذ اللہ اگر انبیاء لوگوں کو تو نیکی کی دعوت کریں اور خود ان سے گناہ کا صدور ہو تو پھر ان کا وقار لوگوں کی نظر میں کیا ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون ۔ کیا لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو؟ اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو اور تم کتاب پڑھتے ہو، کیا عقل نہیں رکھتے؟ باری تعالیٰ کے اس فرمان کے ہوتے ہوئے کون نادان ہے جو یہ خیال کر سکے کہ انبیاء علیہم السلام لوگوں کو تو برائی سے روکتے رہے اور خود کبھی کبھی گناہ میں پڑ جاتے تھے (استغفر اللہ) کتنا احمقانہ خیال ہے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ قیامت کو امت پر شہید کھڑا کریگا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔ شہید کامل اور اکمل کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ وہ جرح کا محل نہ بن سکے۔ اگر اس پر جرح ہو سکے اور اس کا عدل

معراج النبی

★ صلی اللہ علیہ وسلم ★

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

کتب احادیث میں واقعہ معراج کی تفصیل موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستائیسویں شب رجب شریف ام ہانی کے مکان میں آرام فرما تھے کہ اچانک جبریل امین پچاس ہزار فرشتوں کے ساتھ ایک براق برق رفتار لے کر حاضر ہوئے یہ جبریل جو سید الملائکہ ہیں۔ ان کی آنکھیں خدا نے کافور سے پیدا کی تھیں تو جبریل نے اس کی وجہ دریافت کی تو خدا نے فرمایا تھا، جبریل ایک شب آنے والی ہے جس میں یہ راز فاش ہوگا۔ چنانچہ یہ وہی رات معراج کی تھی۔ خدا نے فرمایا جبریل دیکھ میرا محبوب اس وقت آرام فرما ہے۔ خبردار! آواز دے کر مت جگانا، یہ کافوری آنکھیں میں نے اسی شب کے لئے پیدا کی تھیں۔ اور جا کر ان آنکھوں کو میرے محبوب کے نورانی پاؤں کے تلووں پر مل۔ ان کی ٹھنڈک سے میرا محبوب خود جاگ اٹھے گا۔ جب وہ جاگے تو عرض کرنا، چلئے آپ کا رب آپ کو بلاتا ہے۔ چنانچہ جبریل نے ایسا ہی کیا۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ جبریل نے محبوب کبریا کے پاؤں کو چھوا اور آنکھوں سے چھوا تو فرشتوں کا سردار بن گیا۔ اور شیطان توحید کی آڑ میں حضرت آدم علیہ السلام کے آگے جھکا نہیں اکڑ رہا تو مردودوں کا سردار بن گیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ محبوبانِ حق کے سامنے اکڑو مت، بلکہ ان کے سامنے تواضع اختیار کرو۔ اسی میں نجات ہے، ورنہ ارتداد و ذلت ہے، حضرت جبریل امین نے نورانی تلووں سے اپنی آنکھیں ملیں اور بقول شاعر عرض کیا ؎

اے رسولِ عربی شافع محشر جاگو
آیا جبریل ہے لینے کو، پیمبر جاگو
صدقے اُن نرگسی آنکھوں کے گلِ تر جاگو
بخت پہ آپ کے قربان سکندر جاگو
جاگو جاگو مرے آقا مرے سرور جاگو
جاگو محبوبِ خدا، ساقئ کوثر جاگو

حضور بیدار ہوئے تو عرض کیا، حضور! اللہ بلا رہا ہے تشریف لے چلیئے، جبریل نے پچاس ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں حضور کو آبِ کوثر سے نہلایا۔ حلہ بہشتی پہنایا نورانی عمامہ سر پر رکھا۔ اور نورانی چادر اوڑھائی۔ غرضیکہ اس نورانی جھرمٹ میں تاجدار دو کون کو دولھا بنایا گیا یہی وہ پیارا وقت ہے جس کے لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ؎

خدا ہی دے صبر جانِ پُرغم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم،
جب انکو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے

سو سو رحمتیں نازل ہوں مرقدِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر، فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں، کہ آبِ کوثر سے نہاتے وقت جو

پانی گرتا تھا وہ پانی کہاں ہے؟ فرماتے ہیں، جانتے ہو ان
آسمانی ستاروں کو یہ چمک دمک کہاں سے ملی؟ اور یہ
کیسا نور ہے جو ان میں نظر آتا ہے، فرمایا ؎

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے

اور پھر فرمایا، جنت کی زیبائش کیسے ہوئی؟ سنو ؎

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

بیت المقدس میں

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر
انبوہ ملائکہ میں گوناگوں عجائبات ملاحظہ فرماتے ہوئے آن کی آن
میں بیت المقدس پہنچ گئے۔ یہاں آدم علیہ السلام سے لیکر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ پیغمبر علیہم السلام آپ کی انتظار
میں چشم براہ تھے۔ آپ کو دیکھ کر سب استقبال کو بڑھے آپ نے براق سے
اتر کر سب سے ملاقات فرمائی جبریل نے تعارف کرایا۔ اور پھر اذان
کہی، جسے سن کر آسمان سے دیگر فرشتے بھی اترنے لگے حتی کہ
ساری مسجد اور جنگل زمین سے آسمان تک بھر گیا۔ جبریل نے
تکبیر کہی۔ سارے انبیاء صف بصف پیچھے کھڑے ہوئے اور سب سے
پیچھے آنے والا سب کا سردار نبی سب سے آگے کھڑا ہوا اور سب کا
امام بنا ؎

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

آسمانوں پر

اس کے بعد حضور نے آسمانوں کا رخ فرمایا اور ساتوں آسمان
جبریل کی معیت میں عبور فرمائے حتی کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے
سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچکر جبریل امین نے عرض کیا حضور اب
میں اب آگے نہیں جا سکتا۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا،
ان تجاوزتہ احترقت بالنور، ذرا آگے
بڑھوں تو نور جلال سے جل جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا اچھا،
اے جبریل ھل لک من حاجۃ الی اللہ جبریل کوئی حاجت
ہو تو بیان کرو؟

بزرگو! سن لو ہمارے حضور جبریل جیسوں کو حاجت
روائی کا اعلان فرما رہے ہیں۔ گویا فرما رہے ہیں کہ اے جبریل
جو خلق خدا کی حاجت روائی کرتے ہیں تمہاری حاجت روائی
کے لئے ہم ہیں؟ بولو کیا چاہتے ہو؟ جبریل نے عرض کیا
سل اللہ لی ان ابسط جناحی علی الصراط لامتک
حتی یجوزوا علیہ، حضور! اللہ سے کہئے میں پلصراط
پر آپ کی امت کے لئے اپنے پر بچھا سکوں تاکہ حضور کا ایک
ایک غلام بآسانی پلصراط سے گزر جائے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ کیا شان ہے پیغمبر کے آقا کی کہ آپ کی طفیل جبریل نے حاجت
چاہی بھی تو یہ کہ ہم گنہگاروں کی آسانی کے لئے اپنے پر بچھانے کی
یا رسول اللہ! تیری ذات گرامی پر ہماری جانیں قربان
ہمارے ماں باپ قربان، ہمیں تیری ہی ذات پاک کا آسرا ہے
تیرے ہی نام کا بھروسہ ہے۔ ہم کچھ بھی ہیں مگر تیرے ہیں ؎

مانا گنہگار ہیں اور ذلیل و خوار ہیں تو
تیرے ہیں ہر ترے غلام پہ درود و السلام

سدرہ سے آگے

الغرض حضور سدرہ سے بھی آگے بڑھے اعلیٰ حضرت
فرماتے ہیں ؎ چلا وہ سرو چمن خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر گئے تھے

ہزاروں لاکھوں نورانی مقامات کو عبور فرماتے ہوئے حضور
آگے بڑھ رہے ہیں مگر سفر کے اس حصہ کی کیفیت کون بیان
کرے ؟ جبکہ ؎

سُرِ بَیع این و متی کہاں تھا نشانِ کیف اِلٰی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

قربِ حق

خُدا ہی یا اُس کا حبیب جانے کہ کس قدر مقامات کو
طے فرما کر آپ عرشِ الٰہی کے قریب پہنچے تو حضور فرماتے ہیں اُس
وقت مجھے کسی آواز دینے والے نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی زبان
میں آواز دی۔ قِف اِنّ ربّکَ یُصَلّی۔ ٹھہریے۔ آپ کا
رب صلوٰۃ فرما رہا ہے۔

صدیقِ اکبرؓ

اس مقام پہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام و رتبے
کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ آواز، آوازِ حق تھی۔ مگر خدا نے
یہ آواز صدیقِ اکبر کی آواز میں دی کیوں؟ یہ اس لئے کہ
صدیقِ اکبر ہی سب سے زیادہ حضور کے مونس و غمخوار تھے۔ وہی
حضور کے سب سے زیادہ محب اور جان نثار ہیں۔ یہی وہ ہیں
جن سے حضور کو بھی بڑی محبت و پیار ہے۔ تو اس تنہائی کے
مقام میں محبوب کو جب ان سا پایا کہ ان کے محب و محبوب ابوبکر کی
آواز میں محبوب کو خطاب فرما کر محبوب کی تسلی و اطمینان کا
سامان مہیا فرمایا۔ سبحان اللہ! اے صدیق! رضی اللہ عنہ
کیا ہے شان تیری بھی!

ساتھی ہو تو ایسا ہو! سفر کے ساتھی، غار کے ساتھی
حضر کے ساتھی، مزار کے ساتھی، فرش کے ساتھی اور پھر عرش پہ
تو حضور کے ساتھ کون جا سکتا تھا۔ مگر اللہ نے وہاں آوازِ
صدیق میں خطاب فرما کر اس بات کا اعلان کر دیا کہ اے محبوب!
اگرچہ یہاں میرے اور تیرے سوا تیسرا کوئی نہیں مگر صدیق کی آواز
یہاں بھی سن لو۔ گویا کمالِ رفاقت کے مظاہرے کے لئے
صدیقِ اکبر ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ رضی اللہ عنہ

اس کے بعد حضور کو قربِ الٰہی کا جو مقام حاصل ہوا
اور آپ جہاں پہنچ گئے وہاں کسی کا وہم و گمان بھی نہیں پہنچ
سکتا۔ اور یہ وہ مقام ہے جو نہ کسی نبی کو حاصل ہوا، نہ کسی
رسول کو، نہ کسی فرشتے کو، تمام تجلیات جمالی و جلالی نے حضور
کو آغوش میں لے لیا۔ اور محبوب نے اپنے محب کو یا محب نے اپنے
محبوب کو سراقدس کی چشمانِ مبارک سے دیکھا اور آپ
شنید سے منزلِ دید تک پہنچ گئے ؎

حجاب اُٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

پچاس نمازیں

اس کے بعد جو باتیں اسرار و رموز کی ہوئیں وہ اللہ
جانے یا اس کا حبیب، ہاں جو باتیں حضور نے بیان فرما دیں
ان کا ذکر کتابوں میں ہے۔ حدیث میں حضور فرماتے ہیں
اللہ نے میری اُمت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں واپس
ہوا تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے اور کہا انہیں
کم کرائیے، حضور پھر پلٹے اور اللہ نے پانچ معاف کر دیں
اور ۴۵ رہنے دیں، موسیٰ علیہ السلام نے پھر کہا اور کم کرا کے
لائیے، حضور پھر پلٹے اور اللہ نے پانچ اور چھوڑ دیں، باقی
۴۰ رہ گئیں، موسیٰ علیہ السلام نے پھر لوٹایا۔ اسی طرح کئی
ایک بار حضور لوٹے اور اللہ ہر بار پانچ پانچ نمازیں کم کرتا
رہا۔ حتیٰ کہ پچاس میں سے پانچ باقی رہ گئیں، موسیٰ علیہ السلام

نے پھر عرض کیا، حضور آپ کی اُمت پانچ بھی نہ پڑھ سکے گی، ایک بار اور جائیے۔ حضور نے فرمایا، نہ اے موسیٰ! اب نہ جاؤں گا۔ اب مجھے شرم آتی ہے کہ جا کر یہ کہوں کہ اُمت پانچ بھی نہ پڑھ سکے گی۔

وقارِ مصطفےٰ

یہ ہے وقارِ مصطفےٰ کہ خدا نے ایک بار بھی تو نہیں فرمایا کہ اے محبوب! میں پچاس فرض کر چکا اب تم کم کرانے والے کون! نہیں بلکہ حضور جتنی بار گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی خاطر نمازیں چھوڑتا ہی چلا گیا

لطیفہ

ایک مولوی صاحب نے یہی حدیث بیان کی تو بے نمازی نے کہا، یا رسول اللہ! اگر آپ ایک چکر اور لگا لیتے تو معاملہ صاف تھا۔

اللہ کی مہربانی کا بھی اندازہ کیا ہے۔ اِدھر حضور کی خاطر ۵۰ میں سے ۴۵ چھوڑ دیں اور ادھر من جاءَ بالحسنۃ الخ کا اعلان فرما دیا کہ جو ایک نیکی کرے۔ ثواب دس کا پائے نمازیں پڑھو، پانچ۔ اور ثواب پاؤ پچاس کا۔ گویا اپنی بات بھی بحال، اور محبوب کا وقار بھی قائم۔

نفع بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اللہ والے مرنے کے بعد کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے۔ مگر اس حدیث کو دیکھئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو حضور سے پہلے ہو گزرے ہیں، ساری اُمت محمدیہ کو کتنا بڑا نفع پہنچا رہے ہیں۔ ہم تو ان پاک لوگوں کے بعد از وصال بھی نفع پہنچانے کے قائل ہیں اس لیے ہم بجائے پچاس کے پانچ پڑھیں تو حق بجانب ہیں۔ مگر جو قائل نہیں انہیں پچاس ہی پڑھنی چاہیئے، کیا لطف آئے، جب ایک نماز پڑھ کر مسجد سے نکلنے کا ارادہ کریں تو پھر دوسری نماز کی اذان ہو جائے۔ اس سے فارغ ہوں تو تیسری تیار بس دن رات اسی کام میں لگے رہیں۔ دکانیں بند، بستر سے خالی بیویاں تنہا رہ جائیں اور موحدین صاحبان لوٹا و وضو، رکوع و سجود میں مصروف رہیں۔ بس مزا ہی تو آ جائے، مگر نہیں، یہ لوگ بھی حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی نفع رسانی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اور پھر تماشہ یہ کہ انہیں نفع رسانی کے قائل بھی نہیں۔ الغرض ہمارے حضور مشرفِ معراج سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے اور اُمت کے لئے تحفہ یہی نماز لائے۔ انہیں لے اے پیارے بھائیو! اس تحفہ کی قدر کرو اور نماز کبھی نہ چھوڑو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اعتذار

ماہِ اکتوبر اور نومبر کے شمارے غیر معمولی تاخیر سے شائع ہونے کی جو کوفت ماہنامہ انوار الصوفیہ کے دلدادگان کو ہوئی ہم کو اس کا بڑا احساس ہے۔ کچھ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ رسالہ کو تاخیر کے ساتھ شائع کرنے پر ہم مجبور ہو گئے۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ رسالہ ٹھیک اپنے وقت پر شائع ہوا کریگا۔

(ادارہ)

اطلاعات

رباط جماعت منزل مدینہ منورہ

تازہ بتازہ اخبار

؎ مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بہ نو

اس موسم حج میں ہندوستان و پاکستان کے کثیر التعداد برادران و خواہران طریقت نے زیر تعمیر رباط کی خوب زیارت کی ہے۔ یکشنبہ ۲۲ محرم مطابق ۲۴۔ جون گذشتہ کی صبح بعض میسور، میانوالی" کوہاٹ کے حجاج نے زیارت کی سعادت حاصل فرمائی۔ ان میں جنابہ الحاجہ ہمشیرہ صاحبہ خان صاحب عبدالرزاق صاحب کوٹ ماسٹر کوہاٹ بھی شامل تھیں، رات میں کہ شب دوشنبہ تھی اس خاتون کو اعلیٰ حضرت امیرالملت رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے پوچھا کہ " جب رباط کی زیارت کی تو کیوں ایک دوگانہ نفل شکرانہ ادا نہیں کی کہ رباط اللہ تعالےٰ کی نعمت ہے"۔ (اس سے ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت شاہ جماعت رضی اللہ عنہ کی نظر مبارک اپنے مقام جنت سے رباط کی زیارت کرنے والوں پر اور رباط کی تعمیر پر اور رباط کی تعمیر میں عطیہ جات دینے والوں پر لگی رہتی ہے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن مبارک میں اور جہاں آپ دنیا سے روپوش ہونے کے بعد آرام فرما ہیں اور جہاں آپ نے دو اللہ کے گھر خود بنائے ایک مسجد قبا دوسری مسجد نبوی شریف، کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس رباط کی تعمیر میں حصہ لیا ہے یا لیں گے۔ اور کتنے وہ بے نصیب ہیں وہ جنہوں نے باوجود استطاعت شیطان کے دام میں آکر خجالت اختیار کی ہے اور تاحال نہ کچھ دیا ہے نہ آئندہ دیں گے)

ڈھائی سال سے یہ زیر تعمیر عمارت اب پایہ تکمیل کو پہنچنے کے قریب ہے، انشاء اللہ تعالےٰ ماہ جمادی الاول (اکتوبر) کے آخر تک اس کی دو منزلہ عمارت کا افتتاح ہوگا۔ اور تیسری منزل بعد افتتاح شروع کیجا دیگی امسال جون کے آخری ہفتہ میں جو دو حجرے بالائی منزل میں بغیر چھت تھے، ان میں ایک پر چھت ڈال دی ہے۔ دوسرے پر وسط جون میں چھت ڈال دی جائے گی۔ چھت پر پردہ کی دیوار مطابق رواج مدینہ منورہ اور زینہ پر کنکریٹ سیمنٹ کا بنانا باقی ہے۔ تمام حجروں سے وضو کے پانی کی جگہ سے پانی بہنے لوہے کے پائپ لگانا اور بالا خانہ کے چودہ حجرات تین غسلخانے اور چار طہارت خانوں کے لئے جملہ ۲۹ دروازوں میں تاحال ۱۵ لگے ہیں۔ باقی زیر تیاری ہیں۔ طہارت خانوں اور غسل خانوں کے پانی باہر کوچہ میں جذب ہوتے بڑے عمیق سنداس بنوانے ہیں اور وہاں تک پانی جانے کی موریاں بھی دو دکانوں کو جس کی چادروں کے

دروازے لگانا باقی ہے۔ بالائی منزل میں پلاستر کا تمام کام باقی ہے۔ نیچے کی منزل میں صرف اندرون حجرات میں پلاستر تا حال کیا گیا ہے۔ بیرون حجرات اور تمام عمارت کے اندر باہر پلاستر اور تمام عمارت میں پلاستر کے بعد سفیدی لگانے کا کام بھی باقی ہے۔ یہ مختلف کام بہت مبلغ چاہتے ہیں اس وقت چندہ کی سخت ضرورت ہے۔ جن کو توفیق ہو وہ مندرجہ ذیل کسی ایک پتہ پر فوراً منی آرڈر یا چیک ارسال فرماویں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں۔)

(۱) حضرت صاحبزادہ عالی مقام پیر سید انور حسین شاہ صاحب قبلہ نقشبندی جماعتی۔ ڈاکخانہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ۔

(۲) حضرت الحاج حافظ حسن صاحب قادری نقشبندی جماعتی، ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸۔

(۳) حضرت الحاج سید عبد الحفیظ صاحب نقشبندی جماعتی تاجر پارچہ میناچی کوئل اسٹریٹ بنگلور۔

(نیاز مند خادم جماعت منزل الحبشی مصطفےٰ علی خاں نقشبندی جماعتی مہاجر مدینہ منورہ ۳۰۔ جون ۱۹۶۲ء)

عرس شریف۔ قصور کوٹ عثمان خاں

کوٹ عثمان خاں میں زیر صدارت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولانا الحاج شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہٗ کا حسب دستور مورخہ ۱۲ نومبر بروز پیر رات کو عشاء کی نماز کے بعد خلیفہ مجاز میاں محمد امین صاحب جماعتی کی سعی جمیلہ سے سالانہ عرس شریف ہوا۔

قرآن شریف کی تلاوت کے بعد نعت خوانی سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض صاحبزادہ محمد اقبال صاحب نے سرانجام دیئے۔ خلیفہ مجاز حضرت مولانا حافظ نور احمد صاحب قصوری نے حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کے بعض حالات کو نہایت دل نشین طریقہ سے بیان فرمایا۔ حضرت مولانا عبد العزیز صاحب مرتضائی نے فضائل اولیاء کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمایا۔ مولانا حافظ اصغر علی صاحب نقشبندی نے معیت صادقین پر موثر وعظ فرمایا۔ سب سے آخر، ناچیز ایڈیٹر ماہنامہ انوار الصوفیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور و بشر پر مدلل تقریر کی، اس کے ضمن میں یہ بھی کہا گیا کہ ہم کو دین اسلام کے حقائق و بصائر اس کی اصلی شکل و صورت میں دیکھنے لائق ہیں۔ اہل سنت والجماعت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد ہیں اور ان کی نسبت سے ہم حنفی ہیں، ہم کو اپنے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اقتدار میں اسلامی امور و مسائل کو سوچنا چاہیے، حضرت امام صاحب کے سوا ہمارے بزرگوں اور عالموں سے جس قدر نامور ہستیاں ہو چکی ہیں یا موجود ہیں۔ وہ ہمارے بزرگ ہیں، عالم دین ہیں۔ ان کو امامت فی المذہب کا منصب نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا اور پھر حضرت ممدوح الصدر نے ایصال ثواب اور دعائے خیر کی۔

عرس شریف۔ حیدرآباد (پاک)

تاریخ ۴۔ ۵۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء مطابق ۴۔ ۵ جمادی الاول

سنہ ۱۳۸۲ھ جمعرات اور جمعہ کو اعلیٰ حضرت سراج ملت رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخ وصال کے لحاظ سے یارانِ طریقت حیدر آباد نے نہایت شاندار طریقہ پر پہلا سالانہ عرس منایا۔

تاریخ ۴ اکتوبر کو بعد نماز عشاء جملہ پیر بھائیوں نے چاروں ختم شریف پڑھے اس کے بعد مختلف کھانوں پر فاتحہ ہوئی اور جملہ برادرانِ طریقت نے تبرک کھایا۔ ۱۱ بجے سے ۴ بجے رات تک نعت خوانی کا سلسلہ جاری رہا۔ فجر کی نماز کے بعد ۵ جمادی الاول کی صبح کو حضور کے وصال کے وقت حلوے روٹی پر فاتحہ ہوئی۔

۵۔ جمادی الاول بعد نماز جمعہ ۴ بجے سے نعت خوانیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ مغرب سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا بعد مغرب ۱۳۱۔ کلام پاک، ۵ پارے اور سوا لاکھ کلمہ شریف کا ثواب اور کھانے کے تبرک پر حضور کی ارواح مبارکہ کو ثواب بخشا گیا۔ لنگر میں قورمہ اور نانیں کھلائی گئیں پیر بھائی اور پیر بہنوں کی تعداد تقریباً ساٹھ تھی ان کے علاوہ دیگر سلسلوں کے معتقدین اور احباب، نیز طلبہ اور مسجدوں کے پیش امام وغیرہ نے شرکت کی تقریباً ڈیڑھ سو حضرات کو لنگر کا کھانا کھلایا گیا۔ روانگی کے وقت کا تبرک تقسیم کیا گیا۔

(راقم ماسٹر منیر خاں پیکر اکبر آبادی (حیدر آباد پاک)

ادارہ کی جانب سے مخیر حضرات کی خدمت میں گذشتہ ماہ بھی گذارش کی گئی تھی اور اب پھر گذارش کرتے ہیں کہ "انوار الصوفیہ" کی توسیع اشاعت میں زکوٰۃ سے رقوم ارسال فرما کر مدد فرمائیں اور مستحق طلبہ کے نام رسالہ جاری کروائیں۔ (مدیر)

نعت

از جناب غلام محمد صاحب حاضر سیالکوٹی

حبیبِ خدا کا غلام اللہ اللہ
یہ رتبہ یہ میرا مقام اللہ اللہ

زبان پر بھی ہے شامل ہر نفس بھی
مسلسل درود و سلام اللہ اللہ

ربابِ اخوت پہ چھیڑا ہے کس نے
کہ دنیا ہے محوِ خرام اللہ اللہ

مرے نام پہ الفت و آشتی کا
دل آویز ایسا پیام اللہ اللہ

حیات آفریں جس کی مے میں ہے مستی
یہ کس میکدے کا ہے جام اللہ اللہ

یہ ارض و سماوات کا سارا عالم
مرے واسطے اہتمام اللہ اللہ

ہر اک شے ہے فانی مگر عشق جس کو
ملا ہے طرازِ دوام، اللہ اللہ

نصیب آج دیکھو ہے کس آستاں پر
محمد کا حاضر غلام اللہ اللہ

نقد و نظر

لطائفِ اشرفی حصہ اول و دوم

مکمل قیمت قسم اول دس روپے، قسم دوم چھ روپے، بہترین کتابت و طباعت اور خوشنما ٹائیٹل کور سے مزین۔ ضخامت ۴۰۴ صفحات۔

یہ مبارک اور نورانی صحیفہ مشعلِ ھدایت آفتابِ طریقت، قدوۃ الکبریٰ محبوب یزدانی سلطان مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی السامانی کے سوانح حیات، اور مکاشفات کرامات اور احوال و واردات، اور تصوف کے اہم اور نہایت ضروری مسائل پر مشتمل ہے اس کتاب کے مطالعہ سے حقیقت و طریقت اور تصوف اور اس کے عاملین کے حالات سے خوب اچھی طرح آگاہی ہوتی ہے۔ تصوف کے نکات اور طریقت کے اسرار رموز اور اس کے غوامض و پیچیدہ مسائل کو اس اسلوب اور دلکش انداز سے بیان کیا ہے کہ ان کے سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں رہ گئی اور ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اس کے افادہ سے محروم نہیں رہ سکتا۔ اسلوب تحریر اور طرز نگارش ایسی حسین اور خوبصورت ہے کہ پڑھنے والے کے لئے اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے اس کے ہر بیان کو لطیفہ کے عنوان سے شروع کیا گیا ہے اس لئے کہ یہ کتاب سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کے لطائف کا مجموعہ ہے۔ اصل میں یہ کتاب فارسی زبان میں تھی جس کو نظام یمنی نے مدون کیا تھا۔ اب اس کا اردو میں چھ سو سال بعد پہلی بار ترجمہ ہوا ہے۔ تاکہ اس سے عوام خواص مستفیذ ہوں۔

ملنے کا پتہ:-

مکتبہ بزم قادری ۱۲۷۲/۱ ڈرگ کالونی۔ کراچی

•

ستارۂ چشت، مصنفہ حسانِ پاکستان حضرت الحاج علامہ مولانا محمد یعقوب حسین شاہ صاحب ضیاء القادری البدایونی مدظلہم العالی۔ صفحات ۱۴۴۔ قیمت دو روپے۔ ملنے کا پتہ:- سید معز الدین مالک تاج اردو کتاب گھر ۵۰ بہادر شاہ مارکیٹ بندر روڈ کراچی۔

اس کتاب میں حضرت علامہ صاحب نے سلسلۂ چشت اہلِ بہشت کے جملہ نامور بزرگوں کے اولاً نثر میں مختصر حالات قلمبند فرمائے ہیں، ثانیاً اس سے آگے نظم میں ان کے مناقب و مدائح کو نہایت دلکش اور شیریں انداز میں بیان فرمایا ہے۔ علامہ مولانا ضیاء القادری فن سخن اور شعر و شاعری میں جو بلند مقام رکھتے ہیں محتاج بیان نہیں، ان کی نسبت سے کتاب کا افادی پہلو روشن ہے۔ تمام اہلِ طریقت بالخصوص چشتیہ حضرات اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھیں۔

اسرارِ معرفت :

مصنفہ مولانا مہر محمد خاں صاحب ہمدم چھانگا مانگا ضلع لاہور
قیمت عہ ملنے کا پتہ : مکتبہ ہمدم چھانگا مانگا ضلع لاہور

اس کتاب میں سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ اور انکی تعلیمات پر بحث کی گئی ہے۔ اصل کتاب سے قبل ایک مقدمہ ہے۔ جس میں حضرتِ انسان اور اس کی حقیقت پر فاضلانہ تبصرہ ہے۔ اور آخر میں عملیات اور تعویذات بھی مندرج ہیں۔ تاکہ پڑھنے والا اس کو اپنے دنیوی اور دینی مقاصد میں اعانت حاصل کرے۔

تفسیرِ نورانی :

یہ بھی حضرت مولانا ہمدم صاحب کی تصنیف ہے اس میں آپ نے مسئلہ نور پر قرآن و حدیث سے تبصرہ کیا ہے، اور مخالفین کے جملہ اعتراضات کا دندان شکن جواب بھی دیا ہے
قیمت ۸/

معراجِ جسمانی :

اس میں حضرت مولانا ہمدم صاحب نے حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ معراج کو قرآن و حدیث اور عقلی و نقلی دلائل سے بیان کیا ہے۔ جسمانی معراج کے معترضین کو مسکت جواب دیا ہے۔ قیمت ۸/

اسی طرح آپ کی دیگر کتب مثل مختارِ سلطنت ربانی اور علم غیب رسول رحمانی۔ شاہد مملکت سبحانی۔ عصمت انبیاء رحمانی۔ میلاد رسول رحمانی۔ سلسلہ اولیاء ربانی۔ تقلید ائمہ سبحانی۔ حیاتِ انبیاء رحمانی۔ گیارھویں۔ عرس و فاتحہ خوانی۔ شہید کربلا وغیرہ بڑی عمدہ اور مدلّل کتب ہیں۔ ان کتابوں کا ہر اہلِ سنت والجماعت کو مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ان میں سے ہر کتاب کی قیمت ڈیڑھ روپیہ ہے۔

خیر الکلام ما قلّ ودلّ

اہلِ قلم حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ ماہنامہ انوار الصوفیہ کے محدود صفحات میں طویل مضامین کی اشاعت کی گنجائش نہیں ہے اس لئے مہربانی فرما کر مضامین مختصر مگر جامع اور مدلّل ارسال کریں۔ زیادہ سے زیادہ رسالہ کے صفحات کے تین صفحات کے برابر ہوں۔ اعراس و اجلاس کی اطلاع دینے والے احباب بھی اس بات کا خیال رکھیں۔ جس قدر اطلاع مختصر ہوگی قابلِ اشاعت متصوّر ہوگی۔

معذرت

علامہ مولانا حافظ غلام رسول صاحب مدرس مدرسہ عالیہ نقشبندیہ علی پور سیداں کا معراج کے موضوع پر مضمون ۲۰ صفحات کا ایسے وقت میں پہنچا کہ رسالہ کی کتابت ہو چکی تھی۔ اس لئے حضرت مولانا کی خدمت میں عذر خواہ ہیں کہ ان کا مضمون آئندہ اشاعتوں میں بالاقساط یا جس طرح مناسب ہوا شائع کیا جائے گا۔

مستحقین زکوٰۃ کے یکصد طلبہ کی طرف ایک درخواست

ہم غریب طلبہ ہیں، انوار الصوفیہ جو حضرت امیر ملت رح کا رسالہ ہے پڑھنے کا بہت شوق ہے لیکن سالانہ چندہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ مخیر حضرات زکوٰۃ فنڈ سے ہمارے نام رسالہ جاری فرما کر ہماری